ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۱۶ / ربیع الاول ۱۳۸۵ھ
۱۶ / جولائی ۱۹۶۵ء
سیرت رحمت کائنات نمبر
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۰ لاہور
ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَبِیْ حَسَّانَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ هُرَیْرَةَ اِنَّهٗ قَدْ مَاتَ لِیْ ابْنَانِ فَمَا اَنْتَ مُحَدِّثِیْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِحَدِیْثٍ تُطَیِّبُ بِهٖ اَنْفُسَنَا عَنْ مَوْتَانَا قَالَ قَالَ نَعَمْ صِغَارُهُمْ دَعَامِیْصُ الْجَنَّةِ یَتَلَقّٰی اَحَدُهُمْ اَبَاهُ اَوْ قَالَ اَبَوَیْهِ فَیَاْخُذُ بِثَوْبِهٖ قَالَ بِیَدِهٖ کَمَا اٰخُذُ اَنَا بِصَنِفَةِ ثَوْبِكَ هٰذَا فَلَا یَتَنَاهٰی اَوْ قَالَ یَنْتَهِیْ حَتّٰی یُدْخِلَهُ اللّٰهُ وَ اَبَاهُ الْجَنَّةَ وَ فِیْ رِوَایَةِ سُوَیْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوالسَّلِیْلِ۔

ترجمہ:۔ ابو حسان رضؓ سے روایت ہے میں نے ابوہریرہؓ سے کہا میرے دو بیٹے مرگئے تو تم مجھ سے حدیث بیان نہیں کرتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس سے ہمارا دل خوش ہو۔ انہوں نے کہا۔ اچھا چھوٹے بچے تو جنت کے کیڑے ہیں۔ (یعنی جنت سے جدا نہ ہوں گے۔ جیسے پانی کا کیڑا پانی سے جدا نہیں ہوتا) وہ اپنے باپوں سے ملیں گے یا ماں باپ سے اور ان کا کپڑا پکڑ لیں گے یا ہاتھ جیسے میں اس وقت تیرے کپڑے کا کنارہ پکڑے ہوں پھر نہ چھوڑیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ ان کو اور ان کے باپوں کو جنت میں داخل کرے گا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اَتَتِ امْرَاَةٌ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِصَبِیٍّ لَّهَا فَقَالَتْ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ لَهٗ فَلَقَدْ دَفَنْتُ ثَلَاثَةً فَقَالَ دَفَنْتِ ثَلَاثَةً قَالَتْ نَعَمْ قَالَ لَقَدِ احْتَظَرْتِ بِحِظَارٍ شَدِیْدٍ مِّنَ النَّارِ قَالَ عُمَرُ مِنْ بَیْنِهِمْ عَنْ جَدِّهٖ وَ قَالَ الْبَاقُوْنَ عَنْ طَلْقٍ لَمْ یَذْکُرُوا الْجَدَّ۔

ترجمہ:۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ ایک عورت ایک بچہ لے کر آئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور عرض کیا اے نبی اللہ کے دعا کیجئے اس کے لئے (عمر دراز ہونے کی) کیونکہ میں تین بچوں کو گاڑ چکی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تو نے تین بچوں کو گاڑا۔ وہ بولی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا تو نے ایک مضبوط آڑ کر لی جہنم سے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَمُوْتُ لِاَحَدٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ ثَلٰثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ اِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ۔

ترجمہ:۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس مسلمان کے تین بچے مر جائیں۔ اس کو جہنم کی آگ نہ لگے گی مگر قسم اتارنے کے لئے۔

یعنی اللہ تعالےٰ نے جو فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو دوزخ پر سے نہ گذرے۔ اس وجہ سے اس کا بھی گذر دوزخ پر سے ہوگا اور کسی طرح عذاب نہ ہوگا۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ جَآءَتِ امْرَاَةٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَهَبَ الرِّجَالُ بِحَدِیْثِكَ فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَّفْسِكَ یَوْمًا نَاْتِیْكَ فِیْهِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ قَالَ اجْتَمِعْنَ یَوْمَ کَذَا وَ کَذَا فَاجْتَمَعْنَ فَاَتَاهُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَّمَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَهُ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْکُنَّ مِنِ امْرَاَةٍ تُقَدِّمُ بَیْنَ یَدَیْهَا مِنْ وَّلَدِهَا ثَلَاثَةً اِلَّا کَانُوْا لَهَا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ وَّ اثْنَیْنِ وَ اثْنَیْنِ وَ اثْنَیْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ اثْنَیْنِ وَ اثْنَیْنِ وَ اثْنَیْنِ

ترجمہ: ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ساری باتیں آپ کی مرد ہی سنا کرتے ہیں تو ہمارے لئے بھی ایک دن مقرر کیجئے جس دن ہم آپ کے پاس آیا کریں اور آپ ہم کو وہ باتیں سکھا دیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھلائیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ اچھا فلاں دن تم جمع ہونا۔ وہ جمع ہوئیں — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے۔ پھر فرمایا۔ تم میں سے جس عورت نے اپنے آگے تین بچے بھیجے (یعنی تین بچے اس کے مرگئے) تو وہ اس کی آڑ ہو جائیں گے جہنم سے۔ ایک عورت بولی۔ اور دو بچے دو بچے دو بچے۔ آپ نے فرمایا اور دو بچے دو بچے دو بچے۔ (یعنی ان کا بھی یہی حکم ہے)

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ جَاءَتْنِیْ امْرَاَةٌ وَّ مَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا فَسَاَلَتْنِیْ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِیْ شَیْئًا غَیْرَ تَمْرَةٍ وَّاحِدَةٍ فَاَعْطَیْتُهَا اِیَّاهَا فَاَخَذَتْهَا فَقَسَمَتْهَا بَیْنَ ابْنَتَیْهَا وَلَمْ تَاْکُلْ مِنْهَا شَیْئًا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ وَابْنَتَاهَا فَدَخَلَ عَلَیَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهٗ حَدِیْثَهَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتُلِیَ مِنَ الْبَنَاتِ بِشَیْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَیْهِنَّ کُنَّ لَهٗ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ۔

ترجمہ:۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میرے پاس ایک عورت آئی اس کی دو بیٹیاں اس کے ساتھ تھیں۔ اس نے مجھ سے سوال کیا۔ میرے پاس کچھ نہ تھا ایک کھجور تھی وہی میں نے اس کو دے دی۔ اس نے وہ کھجور لے کر دو ٹکڑے کئے اور ایک ایک ٹکڑا دونوں بیٹیوں کو دیا۔ اور آپ کچھ نہ کھایا۔ پھر اٹھی اور چلی۔ بعد اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میں نے اس عورت کا حال آپؐ سے بیان کیا آپؐ نے فرمایا جو مبتلا ہو بیٹیوں میں (یعنی اس کی بیٹیاں ہوں) پھر وہ ان کے ساتھ نیکی کرے (ان کو پالے، دین کی تعلیم کرے نیک شخص سے نکاح کر دے) تو وہ قیامت کے دن اس کی آڑ ہوں گے جہنم سے۔

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۱ | ۱۶۔ ربیع الاوّل ۱۳۸۵ھ بمطابق ۱۶۔ جولائی ۱۹۶۵ء | شمارہ ۹

کچھ اپنے متعلق اور ربیع الاوّل کا پیغام

خدام الدین کا زیر نظر شمارہ سیرتِ رحمتِ کائنات ؐ نمبر کے نام سے موسوم ہے ۔ ہمیں اعتراف ہے کہ ہم وقت کی کمی اور اپنی بے بضاعتی کے باعث ایک ضخیم اور مکمل سیرت نمبر پیش نہیں کر سکے ۔ بلکہ چند مضامینِ سیرت پر مشتمل ایک چھوٹا سا مجموعہ پیش کر رہے ہیں ۔ جس کا ہمیں بے حد افسوس ہے ، اور قارئین کرام سے اس کے لئے صدقِ دل سے معذرت خواہ ہیں تاہم مضامین سیرت پر مشتمل یہ چھوٹا سا مجموعہ بھی انشاء اللہ العزیز زندگی کے ہر گوشے میں بہترین رہنما اور دلوں میں عشق رسول کی گرمی پیدا کرنے کا مؤثر ترین ذریعہ ثابت ہو گا ۔ جہاں تک سیرت نمبر کی ترتیب و تدوین ، جامعیت اور ضخامت کا تعلق ہے یہ ٹھیک ہے کہ اگر ہمارے پاس وقت ہوتا تو اس سے کئی گنا بہتر نمبر شائع کیا جا سکتا تھا ۔ جو واقعی سیرت نمبر کہلانے کا مصداق ہوتا لیکن اپنی تمام استعداد اور قوتیں بروئے کار لانے کے بعد بھی حقیقت یہ ہے کہ ہم سیرتِ مصطفےٰ ؐ کو پیش کرنے کا حق ادا نہیں کر سکتے تھے اور ہمارا یقین ہے کہ اگر تمام دنیا کے درخت قلمیں بن جائیں سمندروں کے پانی سیاہی بن جائیں اور ساری مخلوق مل کر رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ لکھنا شروع کر دے تو پھر بھی سیرتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق کماحقہٗ ادا نہیں ہو سکتا ۔ یہ چیزیں لکھتے لکھتے ختم ہو جائیں گی ۔ مگر سیرتِ رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک باب ، بھی ختم نہیں ہو گا ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے دریافت کیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق بیان فرمائیے تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا تھا ۔

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ

آپ کے خصائل و عادات قرآن ہی قرآن تھے ۔ گویا یہ قرآن جامد قرآن ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلتا پھرتا قرآن تھے ۔ کتابی صورت میں قرآن علمِ قرآن ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم عملِ قرآن تھے ۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ سارے کا سارا قرآن ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے اور اس کے ہر ہر لفظ سے آپ ؐ .... کے بے مثل شمائل و خصائل اعلیٰ و ارفع اخلاق و کردار اور لاجواب سیرتِ مقدسہ کی ترجمانی ہوتی ہے ۔ چنانچہ جب کوئی شخص قرآن عزیز کا ایک لفظ بھی بیان کرتا ہے تو در حقیقت وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مقدسہ ہی کا بیان کرتا ہے ۔ اکبر الٰہ آبادی مرحوم نے اس حقیقت کو اپنے اشعار میں یوں سمویا ہے ؎

چمن قرآن ہے ہر لفظ گل ہے
نہاں ہر گل میں ہے بوئے محمدؐ
محمدؐ پھول ہیں واعظ صبا ہیں
کہ پھیلاتے پھریں بوئے محمدؐ

غرضیکہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ میں قرآن کریم سارے کا سارا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ اقدس کا بیان ہے اور یہ قرآن کریم یقیناً خداوندِ قدوس جل شانہٗ کا کلام ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تئیس برس میں نازل ہوا تھا ۔ بالفاظ دیگر یوں کہا جا سکتا ہے کہ خود خداوندِ قدوس نے سیرتِ رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے سامنے ۲۳ برس میں پیش فرمایا ۔ اب اندازہ فرمائیے ! جس سیرتِ مقدسہ ومطہرہ کو خود خالقِ کائنات نے اپنی تمام قدرتوں کے باوجود مخلوق کے سامنے ۲۳ برس میں بیان فرمانا مناسب سمجھا ہو ۔ ساری مخلوق مل کر بھی اس بے مثال سیرت کو اپنی تمام زندگی میں کیونکر بیان کر سکتی ہے !

بہرحال ہم اس سلسلے میں اپنی تمام بے بضاعتی اور عجز و درماندگی کے اقرار کے باوصف متمنی ہیں کہ زلیخا کی طرح چند اٹیوں کا ہدیہ پیش کر کے یوسف کی خریداری کا دم بھریں ۔ اللہ تعالےٰ بارگاہِ نبوت میں ہماری اس پیش کش کو شرفِ قبولیت سے نوازیں اور قارئین خدام الدین اس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکیں ۔ آمین ۔

سیرتِ رحمتِ کائنات ؐ نمبر کے متعلق مذکورہ بالا اظہارِ خیال کے بعد ادارہ خدام الدین ماہ ربیع الاوّل کے سلسلے میں چند گزارشات پیش کرنا بھی ضروری خیال کرتا ہے ۔

ہر شخص اس حقیقت سے باخبر ہے کہ ربیع الاوّل کے مہینے کی کوئی شرعی حیثیت ہو یا نہ ہو ۔ مگر اس ماہِ مقدس کا احترام ہر مسلمان کے دل میں موجود ہے ۔ اور کیوں نہ ہو یہی تو وہ مبارک مہینہ ہے ۔ جس میں وہ نبیٔ امّی عالم وجود میں تشریف فرما ہوا جو ادیانِ عالم کا خاتم ، ہادیٔ کُل اور تمام جہانوں کے لئے رحمت و سراپا رافت بنا کر بھیجا گیا تھا ۔ جس نے دنیا کو کفر و شرک کی تاریکی سے نکالا اور توحیدِ باری کے انوار سے کائنات عالم کا گوشہ گوشہ منور کر دیا ۔ کون نہیں جانتا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو سرزمینِ عرب کا ذرّہ ذرّہ کفر کی گھٹاؤں اور شرک کی بدلیوں میں گھرا ہوا تھا ۔ قبیلہ قبیلہ کے بت علیحدہ تھے ۔ اور خدائے واحد کو چھوڑ کر لوگوں نے بتوں کی پوجا شروع کر رکھی تھی ۔ اور نہ صرف عرب کا یہ حال تھا بلکہ دنیا کے ہر حصہ اور گوشہ کا تقریباً یہی حال تھا کہ بندگان خدا نے خدا سے رشتہ توڑ کر مخلوق سے تعلق جوڑ لیا تھا کہیں پتھروں کی پوجا کی جاتی تھی کہیں آگ اور آفتاب کی پرستش کی جاتی تھی اور کہیں ستاروں کو معبود بنا لیا گیا تھا ۔ غرض ساری دنیا ہی معصیت اور شرک و بت پرستی کا گہوارہ بن چکی تھی اور کسی جگہ بھی اخلاق اور نیکی کا کوئی معیار باقی نہ رہا تھا ۔

اندازہ فرمائیے جب دنیا کی یہ حالت تھی تو خدائے رحیم و رحمٰن نے اپنے بندوں پر رحم فرما کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا کہ آپ ؐ دنیا کو اس بدی اور برائی سے نجات دلائیں اور اللہ کی مخلوق جو ضلالت و گمراہی کے جنگلوں میں بھٹکتی

بھر رہی ہے اُس کو صراط مستقیم پر گامزن کریں۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عالمِ رنگ و بُو میں تشریف فرما ہونے کے بعد کس طرح کفر و شرک کی تاریکیوں کو دور کیا، کس انداز سے مخلوق کو خالق سے ملایا۔ اور بدیوں اور برائیوں سے پاک کرکے خدا کی زمین کو نیکیوں سے بھر دیا۔ وہی سرزمینِ عرب جو بدیوں اور برائیوں کا گہوارہ تھی۔ چند ہی سال میں نیکیوں اور سعادتوں کا بحرِ ذخّار بن گئی۔ ایک ایسا بحرِ ذخّار جس کی موجوں نے عرب سے اُٹھ کر ساری دنیا کو سیراب کر دیا اور کائنات میں پھیلی ہوئی بنجر زمینوں کو نیکیوں کے سبزہ و گل سے چمن و گلزار میں تبدیل کر دیا۔

برادرانِ عزیز! یقیناً اس ابرِ کرم کے ظہور کا دن ساری دنیا کے لئے عموماً اور ہم غلامانِ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے خصوصیت کے ساتھ ایسا مسعود و مبارک دن ہے۔ کہ ہم اس پر جس قدر فخر کریں اور جس قدر مسرت و خوشی کا اظہار کریں تھوڑا ہے۔ فی الحقیقت وہ ساعت بڑی ہی مبارک اور مسعود تھی۔ جس وقت دنیا کا یہ ہادیٔ اعظم اور مجسّم نورِ ہدایت عالم آب و گل میں تشریف فرما ہوا۔ اور اپنے مقدس وجود سے دنیا کی تاریکیاں اور ظلمتیں دُور کیں اور ساری کائنات کو نورِ ہدایت و سعادت سے معمور کر دیا۔ لیکن دیکھئے! ان مسرتوں اور شادمانیوں کے تذکرہ کے ساتھ یہ بات بھی فراموش نہ کیجئے کہ جس مقدس و مبارک مہینہ میں یہ فخرِ عالم و عالمیان اور خلاصۂ دودمانِ آدم و آدمیان اس دنیا میں تشریف فرما ہوئے۔ اسی ماہِ مبارک میں اس دنیا سے رخصت بھی ہوگئے اور کائنات کو اپنی جدائی کے صدمے سے نڈھال اور تڑپتا ہوا چھوڑ کر اپنے رب اور رفیقِ اعلیٰ سے جا ملاقی ہوئے —— ظاہر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس ماہِ مبارک میں مبعوث ہونا اور اسی ماہِ مسعود میں دنیا سے تشریف لے جانا اللہ رب العزت کی طرف سے اس امر کا اعلان ہے کہ اے دنیا والو اور میرے پیغمبر کے نام لیواؤ! جان لو کہ صرف میرے حبیب کے میلاد کا تذکرہ ہی تمہارے لئے کافی نہیں بلکہ اُس کی پاکیزہ اور نمونۂ ہدایت زندگی کا ہر ہر لمحہ تمہارے لئے سراجِ ہدایت اور نشانِ منزل ہے۔ اُس کی مہد سے لے کر لحد تک کی ساری زندگی اور اُس کی ایک ایک ساعت کا تذکرہ لازم و ضروری اور ایمان و ایقان کی افزائش کے لئے لابدی ہے۔ اور یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر انسان مسرتوں اور شادمانیوں کی حقیقی اور لافانی دنیا کی طرف قدم بڑھا سکتا اور منزلِ مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔

یاد رکھو! جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کا تذکرہ کیا کرو تو اُن کے وصال کو بھی پیشِ نظر رکھا کرو۔ اور اس حقیقت کو اپنے قلب و نظر میں پیوست کر لو۔ کہ جو شخص بھی اس دنیا میں آیا ہے خواہ وہ کیسا ہی عظیم اور بے مثال کیوں نہ ہو جانے ہی کے لئے آیا ہے اور بقاء فقط اللہ تعالےٰ جل شانہٗ کو حاصل ہے۔ اس لئے ہر انسان کو اللہ کی عظمت، اپنی بے بسی اور عالمِ آخرت کا نقشہ ہر گھڑی اپنے سامنے رکھنا چاہیئے۔

پس اگر ہم اس کیفیت کو اپنا سکیں۔ اور اپنی زندگیوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے سانچے میں ڈھالنے کے قابل ہو سکیں تو ہماری حیاتِ مستعار کا ہر لمحہ اور ہر دن سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے کا دن ہوگا۔ لیکن صد افسوس کہ ہماری زندگیاں محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تقاضوں اور آپؐ کے اسوۂ حسنہ کے اتباع سے یکسر خالی ہیں۔ اور ہم میں وہ بدیاں اور برائیاں اکثر موجود ہیں جن کے نیست و نابود کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے۔

اب آپ ہی غور فرمایئے کہ ان حالات میں ہمیں عید میلاد النبی پر خوشی و مسرّت کے اظہار کا کیا حق ہے؟ اور اگر ہم محافلِ میلاد منعقد کریں یا خوشی کا اظہار کریں تو اس سے کیا فائدہ؟ جب مولود خواں یہ بیان کرے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ایسی مقدس و مبارک زندگی تھی اور آپ اس لئے مبعوث ہوئے تھے کہ مخلوق کو ہر قسم کی گمراہیوں سے نکال کر صراطِ مستقیم پر چلائیں اور روحانیت و انسانیت کے اعلیٰ مدارج پر فائز کریں، برائیوں سے نکال کر نیکیوں کی تلقین کریں اور اس کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ ۲۳ برس کی مدت میں ساری سرزمینِ عرب اور اس کا ایک ایک فرد صراطِ مستقیم پر گامزن ہوگیا تھا۔ خدا کی خدائی کا ڈنکا بجنے لگا تھا۔ تمام مصائب اور برائیاں دور ہو گئی تھیں۔ اور نیکیوں کا ایک ایسا چشمہ اُبلا تھا کہ اُس کی موجیں ہر طرف رواں ہو گئی تھیں تو کیا اس وقت ہمیں اپنی اخلاقی پستی اور زبوں حالی پر ندامت محسوس نہ ہوگی؟ یقیناً ہوگی۔ اگر ہمارے اندر ایمان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی کوئی ادنیٰ رمق بھی باقی ہے تو ان باتوں کے سننے کے بعد ہمارا اپنے حالات پر شرمندہ ہونا ناگزیر ہے۔ اور ہم اپنے آپ کو خواہ دھوکہ دے لیں مگر اس حقیقت سے ہمارے قلوب اچھی طرح واقف ہیں کہ ہمارے اندر اس روحانی و اخلاقی کیفیت کا کوئی شائبہ تک نہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں پیدا فرمائی تھی اور جو ہمارے اسلاف میں پائی جاتی تھی یہی وجہ ہے کہ ہم اس قدر پست اور زبوں حالت میں ہیں۔ نہ دینی سربلندی اور سرفرازی ہمارے اندر پائی جاتی ہے جس کو دیکھ کر دوسری قوم کے لوگ متاثر ہوں اور نہ کسی قسم کی مادی رفعت و ترقی کے آثار ہمارے اندر نظر آتے ہیں۔ ظاہر ہے ان حالات میں جب کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے اتباع سے دور ہیں ہمیں عید میلاد النبیؐ کی خوشیاں منانے کا کوئی حق نہیں پہنچتا—لہذا اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں عید میلاد النبی کا سچا سرور اور محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذوقِ کامل نصیب ہو۔ اور ہم خسر الدنیا والآخرۃ کی سی حالت سے باہر نکل آئیں۔ تو ہمیں چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل اتباع اور آپؐ کے اسوۂ حسنہ کی مکمل پیروی کریں۔

آیئے! ہم اس ماہ مبارک میں یہ عہد کریں کہ اپنی زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر گذاریں گے اور ان کے نقشِ قدم کا کامل اتباع کریں گے۔ یہی ربیع الاوّل کا پیغام ہے اور اسی کو اپنا کر ہم حقیقی کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔

ایڈیٹر خدّام الدّین ٹوبہ ٹیک سنگھ میں

ڈاکٹر مناظر حسین نظرؔ ایڈیٹر خدام الدین جامع مسجد ٹوبہ ٹیک سنگھ میں جمعہ پڑھانے کی غرض سے ۱۶ر جولائی ۶۵ء کو صبح رچنا ایکسپریس کے ذریعہ عازم ٹوبہ ٹیک سنگھ ہوں گے۔ آپ کی تقریر ٹھیک ا بجے شروع ہو جائے گی۔ جمعہ پڑھانے کے بعد مدرسہ ضیاء الاسلام ملتان کے سالانہ اجلاس میں شمولیت کی غرض سے آپ شام کو ملتان روانہ ہو جائیں گے۔

(حاجی) بشیر احمد

خطبہ جمعہ : ۹ ربیع الاوّل ۱۳۸۵ھ : ۹ر جولائی ۱۹۶۵ء

حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نقشِ قدم پر چلنا

کامیابی کی معراج ہے

: حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی :

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الّذین اصطفیٰ : امّا بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم : بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم :-

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ -

ترجمہ :- کہہ دیجئے - اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو - تاکہ تم سے اللہ محبت کرے -

بزرگانِ محترم !

ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا چاہیئے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر اگر کامل ایمان کسی شخص کا نہ ہو تو اُس کی زندگی کسی کام کی نہیں - محض بیکار اور عبث ہے - درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو اپنانا آپؐ کے نقشِ قدم پر چلنا اور آپؐ کے طور و طریق کو مشعلِ راہ بنانا ہی انسان کی سب سے بڑی کامیابی ہے اور آیتِ مذکورہ اعلان کر رہی ہے کہ یہی وہ فریضہ ہے - جسے انجام دے کر ایک شخص محبوبِ بارگاہ الٰہی بن سکتا ہے - چنانچہ ظاہر ہے کہ محبوب بارگاہِ الٰہی بن جانے سے زیادہ انسانی زندگی کی اور معراج کیا ہو سکتی ہے ؟ کسی شاعر نے رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے کیا ہی پیارا شعر کہا ہے ؎

تیری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہنچا
میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

کامیابی کا طریق

محترم حضرات ! یہ بات ہر گھڑی ذہن میں رکھئے - کہ قیامت کے دن ہر شخص کے اپنے ہی اعمال کام آئیں گے کوئی کسی کی ذمہ داری لینے کے لئے تیار نہ ہوگا - چنانچہ ہمیں چاہیئے کہ اپنی زندگیوں کو سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینے میں دیکھیں — رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل نمونہ اپنے سامنے رکھیں اور سراج الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تئیس سالہ زندگی کی روشنی میں اپنی زندگی کے خطوط استوار کریں کیونکہ اللہ رب العزّت جل شانہٗ کے نزدیک فلاح و نجات اور اس کی محبوبیت کا تمغہ حاصل کرنے کا فقط یہی ایک طریقہ اور یہی ایک عملِ حیات ہے - لیکن

ہائے افسوس !

کامیابی کے اسی ایک طریق کو چھوڑ کر ہم نے غیروں کی نقالی کی راہ اختیار کر لی ہے - ہمارا لباس اور شکل و صورت، ہمارے طور و اطوار اور معاملات، طرزِ معاشرت اور سیاست تہذیب و تمدّن اور رسومات سب غیر اسلامی ہیں - ہمارے بھائی کھُلے بندوں سنّت سے انحراف کر رہے ہیں، شعائرِ اسلامی کی توہین ہو رہی ہے، دینِ حق کا مذاق اُڑایا جا رہا ہے، بے پردہ عورتیں نیم برہنہ اور تنتے ہوئے لباس پہن کر بازاروں میں دعوتِ گناہ دیتی پھرتی ہیں، نوجوان گناہ کے چلتے پھرتے پیکر نظر آتے ہیں - اور حد یہ ہو گئی ہے کہ علماء رسوم و رواج کے چکر میں پھنس کر اور فرقہ پرستی کے تعصب کا شکار ہو کر دین کے نام سے بے دینی کو رواج دے رہے ہیں اصل فریضہ یعنی تبلیغ اور رشد و اصلاح اور لوگوں کے ایمان و اعمال کی حفاظت انہوں نے ترک کر دیا ہے اور لایعنی باتوں میں الجھ کر رہ گئے ہیں جس کی وجہ سے لوگوں میں بے عملی اور اسلام سے دُوری بڑھتی چلی جا رہی ہے -

بارہ ربیع الاوّل کا جلوس

آج ربیع الاوّل کی ۹ر تاریخ ہے - دو دن کے بعد بارہ ربیع الاوّل کو آپ دیکھیں گے کہ بڑے بڑے جلوس نکلیں گے - علماء - لیڈر پہلوان اور ہر قسم کے لوگ اس کی زینت بنیں گے - جھنڈیوں، محرابوں اور طرح طرح کی آرائشوں سے راستے اور بازار سجا ئے جائیں گے - قوّالوں کی ٹولیاں جلوس کے ساتھ لہک لہک کر عشقِ رسولؐ کا مظاہرہ کریں گی، باجے گاجے ساتھ ہوں گے - نوجوان، بوڑھے اور بچّے سب دینِ خداوندی کے تقاضوں سے بے نیاز مستانہ وار جلوس میں شامل ہوں گے، نمازیں قضا ہوں گی، لاکھوں روپے آرائش و زیبائش اور بجلی کے قمقموں پر بلا ضرورت خرچ کر دئے جائیں گے اور اس طرح اسراف و تبذیر کی تمام سنتیں تازہ کی جائیں گی، قوم کا وقت اور سرمایہ دونوں برباد ہوں گے اور جلوس میں شرکاء یہ گمان لے کر گھر لوٹیں گے کہ گویا انہوں نے دینِ حق کی بہت بڑی خدمت سرانجام دی ہے - حالانکہ فرائض سے غفلت اور اسراف و تبذیر خدا اور اس کے رسولؐ کو ناراض کرنے والی چیزیں ہیں اور ان سے یقیناً رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کا خدا کبھی راضی نہیں ہوں گے

احادیث شاہد ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو باجے کی آواز سن کر راستہ تبدیل فرما لیا کرتے تھے - اور عشّاق کا یہ حال ہے کہ گانا بجانا ہی اُن کی زندگی بن گئی ہے - شریعت اسلامیہ اسراف و تبذیر سے منع فرماتی ہے اور مسلمانوں کا حال یہ ہو گیا ہے کہ انہیں لہو و لعب اور اسراف و تبذیر میں ہی لطف محسوس ہوتا ہے چنانچہ آپ خود ہی اندازہ فرما لیجئے - ع

ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا

ظاہر ہے دینِ حق سے مذاق اور احکام اسلامی کی خلاف ورزی کے بعد خدا و رسول کی خوشنودی کا تصور صرف ایک تمنائے موہوم کے سوا کوئی حیثیت نہیں رکھتا — خدا و رسولؐ باجوں گاجوں اور اللّوں تللّوں سے راضی نہیں ہوتے - خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت، ادب اور اطاعت کے تاروں کا رشتہ قائم کرنے سے راضی ہوتا ہے اور خدا کے پیارے حبیب جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی تابعداری اور احکامِ خداوندی کی تعمیل سے

راضی ہوتے ہیں۔

دین نام ہی اتباعِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے

برادرانِ عزیز! اگر غور کیا جائے اور احکامِ خداوندی کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ دین تو در اصل نام ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کا ہے۔ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے جس قدر دُور ہوگا وہ اُسی قدر اللہ کے دین سے دُور ہوگا، قرآن سے دور ہوگا اور اللہ جل شانہٗ کی رحمت و بخشش سے دور ہوگا۔

محبت بغیر اطاعت کے اور اطاعت بغیر محبت کے دونوں بے معنی ہیں۔ یوں تو ہر شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آن سے عقیدت کا مدعی ہے لیکن خداوند قدوس محبت وعقیدت کا دعویٰ کرنے والوں کو اطاعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھتے ہیں اگر کوئی شخص اس کسوٹی پر پورا اُتر آئے تو پھر اسے اپنی محبت کی خلعت سے نوازتے ہیں۔ ہر ایرے غیرے نتھو خیرے کو حق تعالے شانہٗ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا نہیں فرما دیتے وہ صرف خواص کو ہی اس دولت سے بہرہ ور کرتے ہیں۔ صائب نے اسی لئے کہا تھا ؎

دہد حق عشق احمدؐ بندگانِ چیدۂ خود را
بخاصان شاہ می بخشد مئے نوشیدۂ خود را

اللہ تعالے ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت سے بہرہ ور کرے۔ آمین!

آپ ہی بتائیے؟

حضرت شیخ التفسیرؒ قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالے جل شانہٗ کو فقط محمدی اسلام پسند ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ پسند ہے۔ آپ کے خود ساختہ اسلام اور اپنے وضع کردہ اسلام کی بارگاہِ خداوندی میں کوئی وقعت نہیں۔ اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ خود ہی فرمائیے کہ ساری ساری رات قوالیاں کرنا، مشرکیہ نعتیں سننا، مجرے اور اسراف آخر کون سا اسلام ہے؟ کیا ملتا ہے ان کا ثبوت کہیں رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں؟ کوئی سرو کار ہے ان باتوں کا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پاکیزہ سیرتوں سے؟ کہیں نظر آتا ہے یہ مسلک اولیائے امت کا؟ ایسی سے کوئی سند جواز جس سے طرزِ عمل لازم ٹھہرے؟ اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر جان لو! ؎

کہیں راہ کہ تو می روی بہ ترکستان است

کعبے والے کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اور مدینے والے آقا اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔

سوچ کا مقام

محترم حضرات! آپ خود ہی غور فرمائیے کیا یہ تمام سرمایہ جو جلوسوں، باجوں گاجوں، روشنیوں، جھنڈیوں اور ایسی ہی دیگر نمائشی چیزوں پر صرف کیا جاتا ہے یتیموں، بیواؤں اور مفلوک الحال مسلمانوں پر خرچ نہیں کیا جا سکتا؟ تبلیغ اسلام اور بے دینی کی آغوش میں جاتے ہوئے مسلمانوں کے ایمان بچانے کے کام نہیں آ سکتا۔ کیا قوم کا کروڑوں روپیہ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس پر حملہ کرنے والوں کی زبانوں پر لگام دینے اور عیسائیت کے بڑھتے ہوئے اثرات کی روک تھام کے لئے صرف نہیں کیا جا سکتا۔ کیا یہ دین اور وقت کی ضرورت نہیں اور کیا اس سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا کوئی اور ذریعہ ہو سکتا ہے کہ مسلمان خود بھی دینِ حق پر عمل پیرا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلیں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیں۔

اسلام دین العمل ہے

برادرانِ اسلام! یہ بات پوری طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ اسلام دین العمل ہے اور عشقِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اس کی روح ہے۔ لیکن اس حقیقت کو بھی نہ بھولئے کہ محبت یقیناً محبوب کے دروازے سے ایک بال برابر ہٹنے کی بھی اجازت نہیں دیتی اور غیروں کی تابعداری کا تصور بھی ذہن میں نہیں آنے دیتی۔ محب، محبوب کی اداؤں پر مرمٹنا ہی زندگی کا منتہائے کمال سمجھتا ہے اور اسی میں اپنی زندگی کی بقا خیال کرتا ہے۔ محبوب کے طور طریق سے دُوری اسے ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ اور اطاعتِ محبوب ہی اُس کی زندگی بن جاتی ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کی اطاعتِ رسولؐ

مجاہد کی روایت میں ہے کہ ہم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسی سفر میں تھے۔ جب وہ ایک مقام سے گذرے تو وہاں سے ذرا ہٹ گئے۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ کہ آپؐ نے ایسا ہی کیا ۔۔۔ نافعؓ کی روایت میں ہے۔ کہ حضرت ابن عمرؓ مکہ کے راستے میں تھے۔ اپنی اونٹنی کے سر کو پھیر دیتے تھے اور فرماتے تھے شاید کہ پیر پیر پر پڑیں ۔۔۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے پیر پر پڑیں۔ نافعؓ سے روایت ہے۔ حضرت نافعؓ فرماتے ہیں کہ اگر تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھتا جب کہ وہ نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم کا اتباع کر رہے تھے تو تو یہی کہتا کہ یہ آدمی مجنون ہے۔

اندازہ فرمائیے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ جنون کی حد تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم کی اتباع کرتے تھے اور یہی عین ایمان ہے۔ دوسرے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اتباعِ رسولؐ کے واقعات سے بھی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

اللہ تعالے ہم سب کو اتباعِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دولتِ لازوال سے مالا مال کرے۔ کہ ہماری کامیابی کی یہی معراج ہے۔ آمین! یا اللہ العالمین!!

جانشینِ شیخ التفسیرؒ کا پروگرام

جانشینِ شیخ التفسیرؒ حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ ۱۷ر جولائی کی صبح ۵ بجے آہو میں سوار ہو کر مولانا منظور احمد شاہ صاحب کی دعوت پر مدرسہ ضیاء الاسلام ملتان کے سالانہ اجلاس میں شمولیت کی غرض سے عازم ملتان ہوں گے۔ اور ۱۸ر جولائی عصر تک ملتان میں قیام فرما رہنے کے بعد آہو سے ہی لاہور واپس روانہ ہوں گے۔ (حاجی) بشیر احمد

مجلسِ ذکر

۸ ربیع الاوّل ۱۳۸۵ھ بمطابق ۸ جولائی ۱۹۶۵ء

غیر شرعی رسُومات کو ترک کریں اور ذکر اللہ میں مشاغل رہیں

★ از حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

فاذا قضیتم مناسککم فاذکر اللہ .... وقنا عذاب النار۔ پ۲ رکوع ۹

ترجمہ:۔ پھر جب پورے کر چکو اپنے حج کے کام کو۔ تو یاد کرو اللہ کو جیسے تم یاد کرتے تھے اپنے باپ دادوں کو بلکہ اس سے بھی زیادہ یاد کرو۔ پھر کوئی آدمی تو کہتا ہے۔ اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا میں اور اس کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور کوئی ان میں کہتا ہے اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا میں خوبی اور آخرت میں خوبی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔

یعنی دسویں ذی الحجہ کو جب افعال حج۔ طواف کعبہ، سعی صفا مروہ سے فراغت پا چکو تو زمانۂ قیام منیٰ میں اللہ کا ذکر کرو۔ جیسے کفر کے زمانہ میں اپنے باپ دادوں کا ذکر کیا کرتے تھے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ کرنا چاہیئے۔ ان کا قدیم دستور تھا۔ کہ حج سے فارغ ہو کر منیٰ میں تین روز قیام کرتے اور بازار لگاتے اور اپنے باپ دادا کی بڑائی اور فضائل بیان کیا کرتے۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس سے روکا اور فرما دیا کہ ان دنوں میں اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو۔ پہلے یہ فرمایا تھا کہ اللہ کا ذکر کرو۔ اوروں کا مت کرو اب تبلایا جاتا ہے کہ اللہ کا ذکر کرنے والے اور دعا مانگنے والے بھی دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ کہ جن کا مطلوب صرف دنیا ہے۔ ان کی دعا یہی ہے کہ ہم کو جو کچھ دولت عزت وغیرہ دی جائے۔ دنیا ہی میں دیدی جائے۔ سو یہ لوگ تو آخرت کی نعمتوں سے بے بہرہ ہیں۔ دوسرے وہ کہ طالب آخرت ہیں جو دنیا کی خوبی یعنی توفیق بندگی وغیرہ اور آخرت کی خوبی یعنی ثواب اور رحمت و جنت دونوں کو طلب کرتے ہیں۔ سو ایسوں کو آخرت میں ان کے حج اور دعا جملہ صفات سے پورا حصہ ملے گا۔ (ترجمہ و حاشیہ حضرت شیخ الہندؒ)

محترم حضرات:۔

دنیا کی زندگی چند روزہ ہے۔ اتنا آنا یقینی نہیں جتنا اس دنیا سے جانا یقینی ہے۔ دنیا تو کسی نہ کسی عالت میں گذر ہی جائے گی۔ ہم کو آخرت میں نجات اور کامیابی کی فکر کرنی چاہیئے اس کے لئے بحکم خداوندی خوب اللہ کی یاد کریں۔ ذکر اللہ کثرت سے کرنے سے اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہو گا۔ اور انسان اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کی ہر لمحہ کوشش کرے گا اور ہر گناہ سے اجتناب کرے گا۔

لیکن افسوس ہے کہ آج ہم میں سے اکثر مسلمانوں کے پیش نظر دنیا ہی دنیا ہے۔ آخرت کی کوئی فکر نہیں۔ نماز روزے اور دوسرے فرائض کا کوئی خیال نہیں۔ دنیا مقصود۔ دنیا مطلوب اور دنیا ہی محبوب ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کافر، منافق اور مومن سب کو دنیا جتنی چاہتے ہیں دیتے ہیں۔ ہم مسلمانوں کو تعلیم یہ دی گئی ہے کہ ہم رضائے الٰہی کے لئے کوشش کریں اللہ تعالیٰ ہماری دنیا خود بخود بہتر بنا دیں گے۔ لیکن ہم ہیں کہ اللہ کی یاد اور عبادت سے بالکل بے فکر اور بے پروا شادی بیاہ اور دوسرے خوشی کے مواقع پر ہم اللہ تعالیٰ کو بالکل بھول جاتے ہیں۔ لیکن جب کبھی مصیبت اور بلا نازل ہوتی ہے تو پھر اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم مجھے خوشی اور کشادگی میں نہ بھولو میں تمہیں غمی اور تنگدستی میں نہیں بھولونگا اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہمہ وقت یادِ الٰہی میں لگے رہتے ہیں اور آخرت میں ایسے لوگ ہی کامیاب ہوں گے۔

معزز حضرات! بعض لوگ ذکر اللہ کر کے فخر کرتے ہیں اور صرف مجلس ذکر میں ہفتہ کے بعد ذکر کرنے کو کافی سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے جو دم غافل سو دم کافر۔ یعنی کسی وقت بھی اللہ کی یاد سے غافل نہیں رہنا چاہیئے جہاں کہیں بھی ہوں۔ گھر میں ہوں یا مسجد میں یا بازار میں جا رہے ہوں۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہیں۔

آج اکثر مسلمانوں نے عبادات کو کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے اور کئی من گھڑت اور غیر شرعی رسومات کو اسلام کا نام دے رکھا ہے۔ جو دین نہیں ہے آج اسے دین بنا لیا ہے اور جو دین ہے اس کی پروا ہی نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سال میں ایک دن مناتے ہیں۔ دل کھول کر اسراف کرتے ہیں۔ جھنڈیوں، چراغاں، آتش بازی اور جلسے جلوسوں میں دولت اور وقت کو ضائع کرتے ہیں کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی یہی تعلیم ہے؟ کہ سارا سال اللہ کی نافرمانی کریں اور حضورؐ کے اسوہ حسنہ کو پس پشت ڈال دیں اور صرف ایک دن چراغاں اور جلسے جلوس نکال کر عشق اور محبت رسول کا حق ادا کر دیں۔ کیا یہی اسلام ہے؟ کیا صحابہ کرامؓ اور بزرگان دین اسی طرح کرتے تھے؟ یاد رکھیں کہ اسلام میں کسی ذات کا کوئی دن منانا یا عرس وغیرہ کرنا بالکل ناجائز ہے یہ سب عیسائیوں اور یہودیوں کی رسومات ہیں۔ لیکن آج جو ان گمراہ کردہ مسلمانوں کو صحیح بات سمجھائے وہ پکا بے ایمان، وہابی ہے اور یہ ہر قسم کی خرافات، اسراف بے جا کرنے والے نماز و روزہ سے بے پرواہ پکے مسلمان

بارگاہ رسالتمآب میں غیر مسلموں کا نذرانہ عقیدت

ہیں مدح سرا جس کے اپنے بھی پرائے بھی

مجاہد الحسینی مہتمم القاسم لائلپور

عربی کا ایک معقولہ ہے۔
وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ ٥ کہ فضیلت اور بڑائی تو وہ ہے جس کے دشمن اور مخالف بھی معترف ہوں لیکن یہاں اس مقولے کا تذکرہ اس لیے نہیں کیا گیا ہے کہ غیر مسلموں نے چونکہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و فضیلت کا بزبانِ حال اعتراف کیا ہے۔ اس لیے حضورؐ کی ذات گرامی افضل و ارفع ہو گئی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضور سرورِ دو عالمؐ کی ذاتِ اقدس اس قدر عظیم الشان اور عظیم المرتبہ ہے کہ دنیا کے عظیم انسان اس وقت تک عظمت کا مقام نہیں پا سکتے ہیں۔ جب تک وہ محسن کائنات کی بارگاہِ عالیہ میں انتہائی عاجزی و انکساری کے عالم میں اپنی جبین نیاز جھکا نہیں دیتے ہیں جو شخص بارگاہِ رسالت میں بڑا نذرانۂ عقیدت پیش کرے گا۔ اس کی شخصی عظمت و فضیلت میں اتنا ہی اضافہ ہوتا جائے گا۔

دربار رسالت کے منفرد شاعر، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہٗ نے بارگاہِ رسالت میں ہدیۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے کیا خوب شعر کہا ہے ؎

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِیْ
وَلٰکِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٖ

کہ میں نے اپنے مقالے کے ساتھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح اور تعریف نہیں کی ہے بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک سے میں نے اپنے مقالے کی توصیف کی ہے اور اسکی عظمت بڑھائی ہے!

بس اسی طرح راقم الحروف نے چند غیر مسلموں کے وہ اقوال جمع کیے ہیں۔ جس میں انہوں نے انتہائی عقیدت و احترام کے ساتھ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ عالی میں ہدیہ عقیدت پیش کیا ہے۔ اور ان غیر مسلم شخصیات کا ذکر صرف اس لیے آ گیا ہے کہ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و فضیلت کا اعتراف کیا ہے ورنہ انہیں کون پوچھتا۔!

اس مقالہ میں جن غیر مسلموں کے نیازمندانہ مقولے درج کئے جا رہے ہیں۔ اس سے یہ تاثر نہ لیا جائے کہ صرف انہی چند غیر مسلموں نے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے۔ یہ تو "مصداق نمونہ از خروارے" چند معروف شخصیات کا نام لے کر بتایا گیا ہے کہ ؎

ہیں مداح سرا ان کے اپنے بھی پرائے بھی

کفار مکہ

قرآنِ پاک کی مختلف آیات میں بڑی تفصیل کے ساتھ اس کا تذکرہ موجود ہے کہ ملک عرب کے غیر مسلم بالعموم اور کفار مکہؔ بالخصوص رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصی خوبیوں آپ کے ذاتی اوصاف و کمالات اور آپ کے جبلّی محاسن و محامد کے بے حد معترف تھے،

آپ کی زبانِ مبارک سے خدا کی آخری کتاب قرآن مجید کی آیات سن کر بے ساختہ مَا هٰذَا مِنْ كَلَامِ الْبَشَرِ پکار اٹھتے۔

کفار مکہؔ و مشرکین مکہؔ اپنی شدید مخالفت کے باوجود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ "الصادق" اور "الامین" کے القاب سے یاد کرکے آپ کی شخصی عظمت کا اعتراف کرتے۔!

اس دَور کے جلیل القدر شعراء اور ادباء جب رسول امّیؐ لقب کا کلام سنتے تو محو حیرت رہ جاتے! اور اپنی علمی کم مائیگی اور بے بضاعتی کا صدق دل سے اعتراف کرتے!۔

مولانا ظفر علی خاں نے ایسے ہی مواقع کے لیے کیا خوب کہا ہے ؎

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

جارج برناڈ شا

"آنے والے سَو سال میں ہماری دنیا کا مذہب اسلام ہو گا مگر یہ موجودہ زمانے کے مسلمانوں کا اسلام نہ ہو گا بلکہ وہ اسلام ہو گا جو محمد رسول اللہ کے زمانہ میں دلوں دماغوں اور رُوحوں میں جاگزیں تھا"!

کاؤنٹ ٹالسٹائی

حضرت محمدؐ کا طرز عمل اخلاق انسانی کا حیرت انگیز کارنامہ ہے۔ ہم یقین کرنے پر مجبور ہیں کہ حضرت محمدؐ کی تبلیغ و ہدایت خالص سچائی پر مبنی تھی"!

ڈاکٹر جی۔ ویل

بے شک حضرت محمدؐ صاحب نے گمراہیوں کے لیے ایک بہترین راہ ہدایت قائم کی۔ اور یقیناً آپ کی زندگی نہایت پاک و صاف تھی۔!

مسٹر سیل

جس نے اپنی تحقیقات میں کوئی ثبوت ایسا نہیں پایا جس سے حضرت محمدؐ صاحب کے دعویٰ رسالت میں شبہ ہو سکے۔ یا آپ کی مقدس ذات پر مکر و فریب کا الزام لگایا جا سکے۔!

اکبر الٰہ آبادی نے اس مشہور غیر مسلم انشاء پرداز مسٹر سیل کے بارے میں کیا خوب کہا ہے ؎

مصنف سیل کو لکھنا پڑا اپنے رسالے میں!!
وہ یوں اصحاب میں تھے جس طرح ہو چاند ہالے میں

مورخ ولیم ڈاڈ

آپؐ کا وہ کمال جو آپ نے فتح مکہ کے بعد منافقوں کے حق میں ظاہر کیا۔ اخلاقِ انسانی کا ایک حیرت انگیز نمونہ ہے

ریورنڈ آر میکوئل

اگر آپ کی تعلیم پر انصاف و ایمانداری سے تنقیدی نظر ڈالی جائے تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ وہ مرسل اور مامور من اللہ تھے!

پروفیسر باسورا سمتھ

بلاشک حضرت محمدؐ خدا کے رسول ہیں اگر پوچھا جائے کہ افریقہ بلکہ کل دنیا کو

مسیحی مذہب نے زیادہ فائدہ پہنچایا یا اسلام نے؟ تو جواب میں کہنا پڑے گا کہ اسلام نے۔!

اگر محمدؐ کو قریش ہجرت سے پہلے شہید کر ڈالتے تو مشرق و مغرب دونوں ناقص و ناکارہ رہ جاتے۔ اگر آپ نہ آتے تو دنیا کا ظلم بڑھتے بڑھتے اس کو تباہ کر دیتا۔ اگر آپ نہ ہوتے تو یورپ کے تاریک زمانے دو چند بلکہ سہ چند تاریک تر ہو جاتے اگر آپ نہ ہوتے تو انسان ریگستانوں میں پڑے بھٹکتے پھرتے! جب میں آپ کے جملہ صفات اور تمام کارناموں پر بحیثیت مجموعی نظر ڈالتا ہوں کہ آپ کیا تھے اور کیا ہو گئے اور آپ کے تابعدار غلاموں نے جن میں آپ نے زندگی کی روح پھونکدی تھی۔ کیا کیا کارنامے دکھائے۔ تو آپ مجھے سب سے بزرگ تر، سب سے برتر، اور اپنی نظیر آپ ہی دکھائی دیتے ہیں۔

مسٹر پیٹر کربیٹس

محمدؐ نے عورتوں کے حقوق کی ایسی حفاظت کی کہ اس سے پہلے کسی نے نہ کی تھی۔ اس کی قانونی ہستی قائم ہوئی۔ جس کی بدولت وہ مال و وراثت میں حصہ کی حقدار ہوئی۔ وہ خود اقرار نامے کرنے کے قابل ہے۔ اور برقع پوش مسلمان خاتون کو ہر ایک شعبہ زندگی میں وہ حقوق حاصل ہوئے۔ جو آج بیسویں صدی میں اعلیٰ تعلیم یافتہ آزاد عیسائی عورت کو حاصل ہیں۔

جان ڈیون پورٹ

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تمام مقنن اور فاتحوں میں ایک بھی ایسا نہیں جس کی زندگی کے واقعات محمدؐ کے وقائع حیات سے زیادہ مفصل اور سچے ہوں۔

فادر ولیم

اسلام امن کا مذہب ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے اسے تلوار کے ذریعہ پھیلایا۔ انہیں شاید اسلام کی تاریخ سے واقفیت نہیں ہے۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دنیا میں آکر سب سے پہلا یہ سبق دیا کہ دنیا کی چیزیں تمہاری آقا نہیں ہیں تم ان کے آقا ہو اس لئے خدا کے علاوہ نہیں دنیا کی کسی چیز کے سامنے نہیں جھکنا چاہیے۔

دوسری چیز پیغمبر اسلام نے ہمیں یہ سکھائی کہ انسان اپنی فطرت صحیحہ پر پیدا کیا گیا ہے۔ آپ نے مال و دولت، حسب و نسب یا رنگ کی بنیاد پر انسانوں کے درجے قائم کرنے کی مخالفت کی۔ اور دنیا سے غلام، آقا، مفلس و مالدار کے فرق کو مٹا دیا، عرب کو عجمی پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہ رکھی۔ لیکن آج کی مہذب دنیا میں یہ امتیاز باقی ہے۔ انہیں چاہیے کہ وہ اسلام کے بانی سے سبق سیکھیں۔!

دنیاداری کو سب نے برا کہا۔ لیکن پیغمبر اسلام نے اس فرق کو ختم کر دیا۔ اور بتایا کہ دنیاداری بھی دینداری ہے۔ بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق ہو۔

جنگ عام طور سے بری سمجھی جاتی ہے۔ مگر اسلام نے جنگ کے بھی اعلیٰ اصول پیش کیے۔ "جنگ میں ہر کام جائز ہے" کے اصول کی مخالفت کی۔ اور جنگ کا ایک خوبصورت نقشہ پیش کیا، آپؐ نے جنگ میں بھی ظلم اور ناشائستگی اور جھوٹ کی مخالفت کی۔ چنانچہ اسلام کے نام لیوا رات کے راہب اور دن کے شہسوار ہوا کرتے تھے۔

جان ڈیون پورٹ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی سب سے بڑی شہادت اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ ان پر سب سے پہلے ایمان لانے والے یا تو ان کے جگری دوست تھے یا ان کے گھر کے افراد۔ جو ان کی گھریلو زندگی سے پوری طرح واقف تھے۔ وہ ضرور ان خامیوں کو جان جاتے جو عام طور پر ایک مکار کے اعمال میں پائی جاتی ہیں۔

اسٹینلے لین پول

سب سے پہلے انہوں نے اپنے قریب رشتہ داروں اور احباب کو دعوت دی اور اس حقیقت کو کسی صورت بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا کہ ان کے سب سے گہرے دوست اور وہ افراد جو ان کے ساتھ رہتے تھے وہی سب سے پہلے ایمان لائے۔ کسی نبی پر ان کے اپنے گھر والوں کا ایمان لے آنا۔ اس کے اخلاص کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

اس صحرا نشین کی سیرت و کردار کا صحیح صحیح اور متوازن جائزہ لینا بہت مشکل ہے۔ ان کے اخلاق میں شرافت، متانت اور حیا، جرأت اور عزم کے ساتھ اس انداز سے ملے جلے ہیں کہ انسان کے لئے بجز ان کے احترام کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں رہتا۔

وہ ذات مقدس جس نے کئی برسوں تک اکیلے لوگوں کی نفرت و استبداد کا مقابلہ کیا وہ وہی شخص تھا۔ جس نے کسی سے معانقہ کرتے ہوئے کبھی بھی اپنے ہاتھ کو کھینچنے کی کوشش نہ کی، وہ بچوں کا محبوب اور منظور تھا، وہ کبھی مسکراہٹوں سے نوازے بغیر ان کے پاس سے نہیں گزرا۔ وہ ہمیشہ انہیں محبت بھری نگاہوں سے دیکھتا اور مشفقانہ انداز سے انہیں خطاب کرتا۔ وہ بے تکلفی، اخلاص اور ہمت کا ایک نہایت ہی حسین امتزاج تھا۔

مہاتما گاندھی

مغربی دنیا۔ اندھیرے میں غرق تھی۔ کہ ایک روشن ستارا (سراج منیر) افق مشرق سے چمکا، اور اس نے بے قرار دنیا کو روشنی اور تسلی کا پیغام دیا۔

سیرت النبی کے مطالعہ سے میرے اس عقیدے میں مزید پختگی اور استحکام آ گیا کہ اسلام نے تلوار کے بل پر کائنات میں رسوخ حاصل نہیں کیا بلکہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی انتہائی بے نفسی، عہد و مواثیق کا انتہائی احترام اور اپنے رفقاء و متبعین کے ساتھ گہری وابستگی، جرأت، بے خوفی، اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ، اور اپنے مقاصد و نصب العین کی حقانیت پر کامل اعتماد اسلام کی کامیابی کے حقیقی اسباب تھے، یہ خصائص ہر رکاوٹ اور ہر مشکل کو اپنی ہمہ گیر رَو میں بہا کر لے گئے۔

ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور

وہ وقت دور نہیں جب کہ اسلام اپنی ناقابل انکار صداقت اور روحانیت، کے ذریعہ سب کو اپنے اندر جذب کر لے گا۔! وہ زمانہ عنقریب آنے والا ہے۔ جب اسلام ہندو مذہب پر غالب آ جائے گا۔ اور ہندوستان میں ایک ہی مذہب ہو گا۔

ڈاکٹر کے ایس سیتارام

دنیا کی موجودہ تہذیب صرف اسلام کی بدولت ہے۔

لالہ لشن داس

جس عزت و توقیر اور تعظیم و تکریم، صدق و ارادت، اور پریم کے ساتھ خاتم الانبیاء کا نام لیا جاتا ہے کسی دوسرے پیر پیغمبر، ولی، گورو، رشی اور نبی کا ہرگز نہیں لیا جاتا، جو اخوت پیغمبر اسلام نے قائم کی ہے۔ کوئی نہ کر سکا۔!

پروفیسر رگھوپتی سہائے

فراق گورکھپوری

میرا اٹل ایمان ہے کہ حضرت محمدؐ پیغمبر اسلام کی ہستی بنی نوع انسان کے لئے ایک رحمت تھی۔ پیغمبر اسلام نے تاریخ و تمدن، تہذیب و اخلاق کو وہ کچھ دیا ہے جو شاید ہی کوئی اور بڑی ہستی دے سکی ہو۔!

گورونانک جی

بانئ سکھ دھرم

م۔ محمدؐ منّ توں منّ کتاباں چار
من خدا دی بندگی سچا ایہہ دربار

مہاتما ستیہ دھاری

حضرت محمدؐ صاحب کی زندگی دنیا کو بے شمار قیمتی سبق پڑھاتی ہے۔ حضرت محمدؐ کی ہر ایک حیثیت دنیا کے لئے سبق دینے والی ہے۔ بشرطیکہ دیکھنے والی آنکھ سمجھنے والا دماغ اور محسوس کرنے والا دل ہو۔

لالہ رام لال ورما

ایڈیٹر تیج

جمہوریت، اخوت، مساوات، یہ عطیات ہیں جو حضرت محمدؐ نے بنی نوع انسان کو عطا کئے۔ اور حقیقت میں یہی وہ اصول ہیں۔ جن کی ہر زمانہ اور ہر دور کے مصلحوں اور معلموں نے اشاعت کی ہے۔

مسٹر اجیت پرشاد جین

آنحضرتؐ نے جو پیغام دیا ہے وہ تمام کائنات کے لئے ہے۔ اگر صحیح جذبہ کے ماتحت دیکھا جائے تو غیر مسلم بھی ان کی تعلیم اور زندگی سے بہت کچھ سکھ سکتے ہیں۔

مسٹر جی ہنمنت راؤ

امن و سکون کے متلاشی

پیغمبر کا پیغام اس دنیا میں ایک منارہ نور ہے۔

مسٹر کے ایم منشی

حضرت محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انسان کو ایمانداری، امن، اتحاد اور رواداری کا پیغام دیا۔ آج جب کہ تمام دنیا نفاق اور فسادات سے ٹکڑے ہو رہی ہے۔ آنحضرتؐ کے راستہ پر چلنا اور بھی ضروری ہو جاتا ہے۔

پنڈت گوند بلبھ پنت

آپ کی تعلیم کسی ایک ملک یا ملت کے لیے نہیں تھی۔ آپ کا پیغام ساری دنیا کے لیے تھا۔ آپ نے اتحاد، بھائی چارہ اور انسانی ہمدردی کے اصولوں پر زور دیا۔ میں اسی منتہم بالشان ہستی کو اپنا ہدیہ عقیدت پیش کرتا ہوں۔

ہندو شعراء

یوں تو بے شمار ہندو شعراء نے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں نعتیہ قصائد پیش کر کے اظہار عجز و نیاز کیا ہے۔ لیکن بالاختصار چند شعراء تشکریہ مولانا محمد اجمل صاحب درج کئے دیتے ہیں۔

ہری چند اختر

کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا درِ یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا
آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

کالکا پرشاد

گر شمس و قمر کو کوئی آنکھوں پہ اٹھالے
اور دولت کونین کو دامن میں چھپالے
کالکا پرشاد سے پوچھے کہ تو کیا لے
نعلین محمدؐ کو وہ آنکھوں سے لگالے

جگن ناتھ آزاد

غرض دنیا میں چاروں سمت اندھیرا ہی اندھیرا تھا
نشان نور گم تھا اور ظلمت کا بسیرا تھا
حقیقت کی خبر دیتا بشیر آیا نذیر آیا
شہنشاہی نے جس کے پاؤں چومے وہ فقیر آیا
بھٹکتی خلق کو رستہ دکھانے راہنما آیا
سفینے کو تباہی سے بچانے ناخدا آیا

مبارک ہو زمانہ کو کہ ختم المرسلین آیا
سحاب رحم بن کر رحمتہ اللعالمین آیا
خلیق آیا، کریم آیا، رؤف آیا، رحیم آیا
کہا قرآن نے جس کو صاحب خلق عظیم آیا
بشر بن کر زمانے کا جمال اولیں آیا
متاع صدق لے کر صادق الوعد و امین آیا
وہ آیا جس کو کہئے فخر آدم ہادیٔ اکرم
وہ آیا جس کو کہیے زندگی کا محسن اعظم
تجلّی عام فرماتا ہوا شمس الضحیٰ آیا
امام الانبیاء آیا محمد مصطفےٰ آیا

دلّو رام کوثری

محمدؐ مصطفےٰ افضل ہیں یوں سارے رسولوں میں
کہ جیسے گلاب افضل زمانے بھر کے پھولوں میں

ہری چند اختر

رُخ مصطفےٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دُکانِ آئینہ ساز میں

ضروری اعلان

حضرت مولانا جمیل احمد صاحب میواتی خلیفۂ مجاز حضرت اقدس رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک نہایت عمدہ اور عشق رسولؐ سے بھرپور مضمون "فضائل و مسائل درود شریف" آئندہ اشاعت میں ملاحظہ فرمائیں۔ ہمیں سخت افسوس ہے کہ یہ قیمتی مضمون جو سیرت رحمت کائنات نمبر کی جان تھا بعض ناگزیر وجوہات کی بناء پر اس اشاعت میں شامل نہیں ہو سکا۔ ادارہ حضرت مولانا مدظلہ سے معذرت خواہ ہے

(ادارہ)

گاہے گاہے بازخواں

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قطب الاقطاب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہٗ

برادران اسلام آپ کو معلوم ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے ماہ مبارک ربیع الاول ہی میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو والدہ کے بطن اطہر سے پیدا کرکے دنیا والوں کو آپ کی زیارت سے مشرف فرمایا تھا۔ اسی مناسبت کے باعث اس مہینہ میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے ہوتے رہتے ہیں۔ آج میں بھی سیرت النبی کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میرا یہ عقیدہ ہے کہ سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت مقدسہ کو سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے اس کے بعد خود رحمۃ للعالمین کے وجود مقدس کے اور کوئی شخص کما حقہٗ بیان کر بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ یا تو اللہ جل شانہٗ ہی فرما سکتے ہیں کہ میں نے سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک وجود میں کیا کیا خوبیاں اور کون کون سے محاسن اور کس کس قسم کے عجائب و غرائب جمع کر دیئے ہیں۔ اور یا پھر فخر الاولین والآخرین امام الانبیاء سرور کائنات شافع الامم حامل لواء الحمد ہی فرما سکتے ہیں کہ میرے وجود مسعود میں اللہ جل شانہٗ نے فلاں فلاں کمالات ودیعت رکھے ہیں۔ ان دو صورتوں کے علاوہ اور جتنے لوگ بھی حضور انورؐ کے متعلق بیان فرمائیں گے وہ سب کچھ بقول شخصے۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ کا سا مضمون ہوگا۔ باوجود اس کے جو شخص بھی اپنی نیک نیتی سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرے گا اگرچہ سرور کائنات فداہ ابی و امی کے شایان شان نہ ہو۔ مگر اس کی نیک نیتی کے باعث اللہ جل شانہٗ اسے اجر ضرور عطا فرمائے گا۔ کیونکہ اس نے قرآن مجید میں اعلان فرمایا ہوا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ
ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کیا کرتا۔

سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل

سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل بے شمار ہیں۔ مگر میں قلت وقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے چند فضیلتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) پہلی حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَوَّلُ مَنْ يَّنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَّ اَوَّلُ مُشَفَّعٍ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ابی ہریرۃ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں قیامت کے دن آدم (علیہ السلام) کی ساری اولاد کا سردار ہوں گا۔ اور پہلا وہ شخص ہوں گا جس کی قبر سب سے پہلے پھٹے گی (اور میں قبر سے باہر نکلوں گا) اور سب سے پہلا شفاعت کرنے والا میں ہی ہوں گا اور سب سے پہلا شخص جس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ وہ میں ہی ہوں گا۔

خلاصہ

یہ ہے کہ اس حدیث شریف میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار فضیلتیں ارشاد ہوئی ہیں جو اور کسی پیغمبر میں پائی نہیں جاتیں۔

(۲) دوسری حدیث

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَكْثَرُ الْاَنْبِيَاءِ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ يَّقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: انسؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن نبیوں کی امتوں سے بڑھ کر میرے تابعدار زیادہ ہوں گے۔ اور میں ہی سب سے پہلے جا کر بہشت کے دروازہ پر (کھولنے کے لئے) دستک دوں گا۔

خلاصہ

یہ ہے کہ اس حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔ جو کسی دوسرے پیغمبر میں پائی نہیں جاتیں۔

(۳) تیسری حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ قَصْرٍ اُحْسِنَ بُنْيَانُهٗ تُرِكَ مِنْهُ مَوْضِعُ لَبِنَةٍ فَطَافَ بِهِ النُّظَّارُ يَتَعَجَّبُوْنَ مِنْ حُسْنِ بُنْيَانِهٖ اِلَّا مَوْضِعَ تِلْكَ اللَّبِنَةِ فَكُنْتُ اَنَا سَدَدْتُّ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ خُتِمَ بِیَ الْبُنْيَانُ وَخُتِمَ بِیَ الرُّسُلُ وَ فِیْ رِوَايَةٍ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: ابی ہریرۃؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری مثال اور دوسرے انبیاء (علیہم السلام) کی مثال ایسی ہے جس طرح ایک محل ہو جس کی تعمیر بہت ہی خوبصورت طریقہ سے ہوئی ہو۔ اس محل میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو۔ پھر دیکھنے والے وہاں آتے ہیں۔ اور اس کی عمدہ تعمیر سے تعجب کرتے ہیں۔ مگر اس ایک اینٹ کی جگہ (وہ خالی پاتے ہیں) پھر میں ہی ہوں کہ میں نے اس ایک اینٹ کی جگہ کو بھر دیا ہے (اور وہ محل مکمل ہو گیا ہے) میرے ذریعہ سے وہ محل مکمل ہو گیا ہے۔ اور میرے ہی ذریعہ سے انبیاء (علیہم السلام) کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں ہی انبیاء (علیہم السلام) کا ختم کرنے والا ہوں (یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا)

خلاصہ

اس حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک فضیلت بیان کی گئی ہے کہ آپ سب پیغمبروں کے ختم کرنے والے ہیں۔ آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی دنیا میں نہیں آئے گا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت قیامت تک اپنی آب و تاب سے چمکتی رہے گی۔ اور کوئی نبوت آپ کی نبوت کے لئے ناسخ نہیں ہو گی اور کوئی آپؐ کے بعد نبی ہونے کا نام بھی لے گا تو امت محمدیہ اس شخص کو فوراً دجال کہہ کر پکارے گی۔

آٹھویں فضیلت

اس سے پہلے تین حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سات فضیلتیں آپ سن چکے ہیں۔ اب آپ کی آٹھویں فضیلت ملاحظہ فرمائیے کہ آپ کے نام نامی اسم گرامی میں ایک ایسی خوبی اور ایسا حسن ہے۔ جو دوسرے کسی دوسرے پیغمبر کے نام مبارک میں وہ حسن نظر نہیں آتا۔

مثلاً

آدمؑ کے معنی گندم گوں ہے۔ اس نام سے آپ کے رنگ کا پتہ چلتا ہے۔

نوحؑ کے معنی آرام کے ہیں۔

اسحٰقؑ کے ہنسنے والا ہے۔

یعقوبؑ کے معنی پیچھے آنے والا ہے یہ اپنے بھائی عیسو کے ساتھ توام پیدا ہوئے تھے

موسیٰؑ کے معنی پانی سے نکالا ہوا۔ جب ان کا صندوق پانی سے نکالا گیا تھا تب ان کا یہ نام رکھا گیا تھا۔

یحییٰؑ کے معنی عمر دراز۔

عیسیٰؑ کے معنی سرخ رنگ۔

اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی اسماء گرامی دو ہیں۔ محمدؐ اور احمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں ناموں میں تھوڑا سا فرق ہے۔ محمدؐ وہ ہے جس کی تعریف و ثنا سب زمین و آسمان والوں نے سب سے بڑھ کر کی ہو۔ اور احمدؐ وہ ہے جس نے اللہ جل شانہٗ کی حمد و ثنا سب زمین و آسمان والوں سے بڑھ کر کی ہو۔ لہٰذا فخر الاولین والآخرین کا اسم گرامی علم بھی ہے۔ اور صفت بھی اور اپنے معانی کے لحاظ سے کمالات نبوت پر دلالت کرنے والا ہے۔

نویں۔ دسویں۔ گیارھویں۔ بارھویں تیرھویں فضیلت

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ أُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِيْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِيْ أَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِيْ وَأُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً۔ متفق علیہ۔

ترجمہ: جابرؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے پانچ چیزیں دی گئی ہیں۔ جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ ایک مہینہ کی مسافت پر میرا رعب دشمنوں پر ڈال دیا گیا ہے۔ اور میرے لئے ساری زمین مسجد اور پاکیزگی بنائی گئی ہے (یعنی زمین پر تیمم کرکے نماز پڑھنی جائز کی گئی ہے۔) پس میری امت میں سے جس شخص پر نماز کا وقت آئے۔ پس چاہیئے کہ جہاں ہو پڑھ لے اور میرے لئے غنیمتیں حلال کی گئی ہیں۔ اور مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں کی گئیں اور مجھے (بڑی اور عام) شفاعت دی گئی ہے اور پہلے نبی فقط اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے۔ اور مجھے تمام لوگوں (یعنی تمام قوموں) کی طرف بھیجا گیا ہے۔

خلاصہ

اس حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ فضیلتیں بیان کی گئی ہیں جو پہلے کسی پیغمبر میں نہیں پائی گئیں۔ سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلتیں تو بے شمار ہیں مگر میں مشتے نمونہ از خروارے پر اکتفا کرتا ہوں۔

اب بطور نمونہ رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند معجزات تحریراً عرض کرنا چاہتا ہوں۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰى نَزَلْنَا وَادِيًا أَفْيَحَ فَذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ يَقْضِيْ حَاجَتَهٗ فَلَمْ يَرَ شَيْئًا يَسْتَتِرُ بِهٖ وَإِذَا شَجَرَتَيْنِ بِشَاطِئِ الْوَادِيْ فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ إِلٰى إِحْدَاهُمَا فَأَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْ أَغْصَانِهَا فَقَالَ انْقَادِيْ عَلَيَّ بِإِذْنِ اللّٰہِ فَانْقَادَتْ مَعَهٗ كَالْبَعِيْرِ الْمَخْشُوْشِ الَّذِيْ يُصَانِعُ قَائِدَهٗ حَتّٰى أَتَى الشَّجَرَةَ الْأُخْرٰى فَأَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْ أَغْصَانِهَا فَقَالَ انْقَادِيْ عَلَيَّ بِإِذْنِ اللّٰہِ فَانْقَادَتْ مَعَهٗ كَذٰلِكَ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِالْمَنْصَفِ مِمَّا بَيْنَهُمَا قَالَ الْتَئِمَا عَلَيَّ بِإِذْنِ اللّٰہِ فَالْتَأَمَتَا فَجَلَسْتُ أُحَدِّثُ نَفْسِيْ فَحَانَتْ مِنِّيْ لَفْتَةٌ فَإِذَا أَنَا بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ مُقْبِلًا وَإِذَا الشَّجَرَتَيْنِ قَدِ افْتَرَقَتَا فَقَامَتْ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا عَلٰى سَاقٍ (رواہ مسلم)

ترجمہ: جابرؓ سے روایت ہے۔ ہم ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر پر گئے۔ ہم ایک کشادہ وادی میں جا کر اُترے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضا حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے کوئی ایسی چیز نہیں پائی جس کے اوٹ میں بیٹھ سکیں۔ ناگہاں آپ نے دو درخت وادی کے کنارہ پر پائے۔ ان میں سے ایک کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ پھر اس کی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی کو پکڑ کر فرمایا۔ تو اللہ کے حکم سے میری فرمانبردار ہو جا۔ وہ آپ کے ساتھ اس طرح چلی، جس طرح وہ اونٹ جس کے ناک میں نکیل ہو۔ اپنے چلانے والے کے تابع ہو کر چلتا ہے۔ یہاں تک کہ دوسرے درخت کے ہاں تشریف لائے۔ اس کی بھی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی کو پکڑ کر فرمایا۔ دونوں میرے سامنے اللہ کے حکم سے مل جاؤ۔ پھر وہ دونوں مل گئیں۔ اور میں بیٹھا ہوا اپنے دل میں خیال ہی کر رہا تھا۔ کچھ ہی وقت گذرا تھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہوں کہ تشریف لا رہے ہیں اور دونوں درخت ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اور ہر ایک ان میں سے اپنے تنے پر کھڑا ہو گیا۔

حاصل

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درختوں کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع فرمان بنا دیا تھا۔ مسلمانوں کو تو بطریق اولیٰ آپ کا ہر فرمان مان لینا چاہیئے۔

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ فَخَرَجْنَا فِيْ بَعْضِ نَوَاحِيْهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهٗ جَبَلٌ وَلَا شَجَرٌ إِلَّا هُوَ يَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (رواہ الترمذی والدارمی)

علیؓ بن ابی طالب سے روایت ہے کہا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھا۔ پھر ہم مکہ (معظمہ) کے بعض اطراف میں نکل گئے۔ پھر کوئی پہاڑ اور کوئی درخت آپ کے سامنے نہیں آتا تھا۔ مگر وہ کہتا تھا۔ السلام علیکم یا رسول اللہ۔

حاصل

یہ ہے اس سے بڑھ کر کیا فضیلت ہو سکتی ہے کہ ہر پہاڑ اور ہر درخت آپ پر سلام

عرض کرتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَاَقْبَلَ اَعْرَابِيٌّ فَلَمَّا دَنَا قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ قَالَ وَمَنْ يَّشْهَدُ عَلٰى مَا تَقُوْلُ قَالَ هٰذِهِ السَّلَمَةُ فَدَعَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِشَاطِئِ الْوَادِيْ فَاَقْبَلَتْ تَخُدُّ الْاَرْضَ حَتّٰى قَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاسْتَشْهَدَهَا ثَلٰثًا فَشَهِدَتْ ثَلٰثًا اَنَّهٗ كَمَا قَالَ ثُمَّ رَجَعَتْ اِلٰى مَنْبَتِهَا (رواہ الدارمی)

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے۔ ایک گنوار آیا۔ جب آپ کے قریب آیا۔ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ اکیلا ہی ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور بے شک محمدؐ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ اس نے کہا اس بات پر آپ کی تصدیق کون کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کانٹے دار درخت۔ پھر اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا۔ حالانکہ وہ وادی کے کنارے پر کھڑا ہوا تھا۔ پھر وہ زمین کو چیرتا ہوا آیا۔ یہاں تک کہ آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اس سے تین مرتبہ گواہی دینے کے لئے فرمایا۔ اس نے تین مرتبہ گواہی دی کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں ٹھیک ہے۔ پھر اپنی اُگنے کی جگہ پر چلا گیا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِمَا اَعْرِفُ اَنَّكَ نَبِيٌّ قَالَ اِنْ دَعَوْتُ هٰذَا الْعِذْقَ مِنْ هٰذِهِ النَّخْلَةِ يَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَدَعَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَنْزِلُ مِنَ النَّخْلَةِ حَتّٰى سَقَطَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ ارْجِعْ فَعَادَ فَاَسْلَمَ الْاَعْرَابِيُّ (رواہ الترمذی وصححہ)

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا۔ ایک گنوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور کہا۔ میں کس طرح پہچانوں کہ آپ نبی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اگر میں اس کھجور کی ٹہنی کو بلا لوں جو گواہی دے کہ میں اللہ کا رسول ہوں (پھر تو مان جائے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ٹہنی کو بلایا وہ کھجور کے درخت سے اتری۔ یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آ گری۔ پھر آپ نے فرمایا واپس چلی جا۔ پھر واپس چلی گئی۔ پھر وہ گنوار مسلمان ہو گیا۔

دعا

برادران اسلام۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کی اسی طرح توفیق عطا فرمائے آمین یا الٰہ العالمین۔

وَ اِنَّ مُعْجِزَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَادَتْ عَلٰى مُعْجِزَاتِ جَمِيْعِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ عَدَدًا وَّ رُتْبَةً وَ اِنَّهٗ اُوْتِيَ مِنْهَا مَا لَمْ يُؤْتَ اَحَدٌ۔

مُعجزاتہٗ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجمادات

شعر: سَبَّحَ اللّٰهَ بِاَيْدِيْهِ الْحَصٰى
فَوَعَاهُ مَنْ هُنَاكَ وَ عَقَلْ

ترجمہ: سنگریزوں نے آپ کے دست مبارک میں آکر خدا کی پاکی بیان کی۔ چنانچہ اُن تمام لوگوں نے اس کی تسبیح سنی۔ اور سمجھی جو وہاں موجود تھے۔

یہ واقعہ ماخوذ ہے اس حدیث شریف سے جس کو بزار اور طبرانی (اوسط میں) اور ابونعیم اور بیہقی نے بروایت حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تنہا تشریف فرما تھے۔ اتفاقاً میں بھی حاضر خدمت ہوا اور آپ کے قریب بیٹھ گیا۔ بعد ازاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ اُن کے بعد فاروق اعظم اُن کے بعد ذوالنورین رضی اللہ عنہم تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت حضورؐ کے سامنے سات کنکریاں رکھی ہوئی تھیں۔ آپ نے اُن کو ہتھیلی پر رکھا۔ تو وہ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ کہنے لگیں۔ حتیٰ کہ میں ان کی بھنبھناہٹ شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح سنی۔ اُس کے بعد آپ نے اُن کو ہاتھ سے رکھ دیا۔ وہ فوراً ہی ساکت ہو گئیں۔ آپ نے اُن کو اپنے ہاتھ سے اُٹھا کر صدیق اکبر کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ تو وہ پھر سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے لگیں۔ حتیٰ کہ میں نے اُن کی بھنبھناہٹ شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح سنی۔ اس کے بعد صدیق اکبر نے اُن کو اپنے ہاتھ سے رکھ دیا۔ وہ فوراً چپ ہو گئیں۔ آپ نے اُن کو لے کر فاروق اعظم کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ وہ فوراً سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے لگیں حتیٰ کہ میں نے اُن کی بھنبھناہٹ شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح سنی۔ فاروق اعظم نے اپنے ہاتھ سے رکھا تو وہ پھر ساکت ہو گئیں اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا نام خلافت نبوت ہے۔

شعر: سَلَّمَتْ اَحْجَارُ وَادٍ اِذْ اَتَتْ
يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَتْ تَسْتَهِلْ

ترجمہ: جنگل کے نالوں کے پتھروں نے آپ کو دیکھ کر سلام کیا اور پکار پکار کر یا نبی اللہ کہنے لگے۔

یہ واقعہ ماخوذ ہے۔ اس حدیث شریف جس کو ابن سعد ابونعیم نے بروایت برہ بنت ابی تجراۃ بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند عالم نے خلعت نبوت سے سرفراز فرمانے کا ارادہ کیا تو آپ حسب عادت خود قضائے حاجت کی غرض سے آبادی سے بالکل دور ہو جاتے تھے اور پہاڑ کی گھاٹیوں اور نالوں تک پہنچتے تھے تو جس پتھر یا درخت پر سے گزرتے تھے۔ وہ السلام علیک یا رسول اللہ پکارتا تھا۔ آپ دائیں بائیں گردن پھیر پھیر کر دیکھتے تھے۔ مگر کوئی نظر نہ آتا تھا۔ ابونعیم کی ایک اور روایت میں اس قدر اور ہے کہ آپ اُن کو وعلیک السلام کہہ کر جواب دیتے تھے۔

شعر: وَالطَّعَامُ حِيْنَ يُؤْتٰى عِنْدَهٗ
سَبَّحَ اللّٰهَ فَمَا عَنْهُ غَفَلْ

ترجمہ: اور جب کھانا آپ کے سامنے لایا گیا تو اُس نے خدا کی پاکی بیان کی۔ اور اُس سے (برکت قرب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم) غافل نہ ہوا۔

یہ واقعہ ماخوذ ہے۔ اس حدیث شریف سے جس کو ابوالشیخ نے کتاب العظمۃ میں بروایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ کی خدمت میں ثرید (ایک قسم کا شوربا دار کھانا جس میں جس میں روٹیوں کے ٹکڑے بھی پڑے ہوئے تھے) لایا گیا تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ کھانا سبحان اللہ سبحان اللہ کہہ رہا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اس کے سبحان اللہ کہنے کو سمجھ لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ اس کے بعد آپؐ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اس برتن کو اُس شخص کے قریب لے جاؤ۔ وہ اس کے قریب لے گیا تو وہ بولا یا رسول اللہ بے شک اس میں سے سبحان اللہ سبحان اللہ کی آواز آ رہی ہے تو آپؐ نے دوسرے شخص سے

قریب کرنے کا حکم دیا۔ اُس نے بھی یہی کہا پھر ایک اور شخص کے قریب کئے جانے کا حکم دیا۔ اُس نے بھی وہی کہا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے پاس واپس کر لیا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ کیا اچھا ہوتا کہ موجودہ لوگوں میں سے آپ ہر شخص کے قریب کئے جانے کا حکم دیتے تو آپ نے فرمایا کہ اگر کسی کے پاس جا کر اس کی آواز نہ آتی تو اُس کی نسبت یہ مشہور ہو جاتا کہ یہ گنہگار ہے۔ اس کو واپس لاؤ۔ چنانچہ وہ آپ کے پاس واپس لایا گیا۔

معجزاتہٗ صلی اللہ علیہ وسلم فی الحیوانات

شعر: وَالْبَعِيْرُ اِذَا اَرَدُوْا نَحْرَهٗ
جَاءَ وَالتَّجَا بِعَيْنٍ تَنْهَمِلْ
ثُمَّ فِيْ اُذْنَيْهِ نَاجِيْ مُفْصِحًا
مَابِهٖ مِنْ اَزْمَةِ الْبَلْوٰى نَزَلْ
فَاشْتَرَاهُ ثُمَّ خَلَّاهُ سُدًى
لَا يُعَنّٰى فَهُوَ مِنْ حُرِّ الْجَمَلْ

ترجمہ: ایک اونٹ کے مالکوں نے اس کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو وہ آپ کے پاس اشکبار آنکھوں کے ساتھ آیا اور وہ مصیبت گوش گزار کی جو اس پر پڑی تھی۔ آپ نے اُس کو لے کر بے مہار چھوڑ دیا۔ تو وہ آزاد ہو کر پھرنے لگا۔

یہ واقعہ اس حدیث شریف سے ماخوذ ہے۔ جس کو طبرانی اور ابونعیم نے بروایت یعلٰی بن مرہؓ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو ایک اونٹ کو چلاتے ہوئے دیکھا اُونٹ نے آپ کو سجدہ کیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کو سجدہ کرنے کا اُونٹ کی بہ نسبت زیادہ حق ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں خدا کے سوا کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم کرتا۔ تو عورتوں کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں۔ تم لوگ جانتے ہو۔ کہ یہ اونٹ کیا کہہ رہا ہے یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے مالکوں کی چالیس سال تک خدمت کی۔ اب جب کہ میں بوڑھا ہو گیا تو انہوں نے میری خوراک کم کر دی اور کام زیادہ لینا شروع کر دیا۔ اب اُن کے یہاں ایک تقریب ہے۔ تو انہوں نے چھری لے کر میرے ذبح کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ حضورؐ نے اُونٹ کے مالکوں سے یہ سرگذشت کہلا بھیجی انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ خدا کی قسم اُس نے بالکل سچ کہا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میرا دل چاہتا ہے کہ تم اُس کو میرے لئے چھوڑ دو۔

شعر: وَاسْتَغَاثَتْ ظَبْيَةٌ قَدْ شَدَّهَا
حَابِلٌ رَامَ اقْتِنَاصًا فَاحْتَبَلْ
يَا نَبِيَّ اللهِ اَطْلِقْنِيْ اَعُدْ
بَعْدَ اِرْضَاعِيْ لِخِشْفٍ مُنْخَزِلْ
[illegible] وَيَتْلُوْ اٰيَتَهٗ
خَاتَمُ الرُّسْلِ وَحَلَّالُ الْعُضَلْ
ثُمَّ عَادَتْ تَقْتَفِيْ اٰثَارَهَا
لِلْاِسَارِ مَا اَخَلَّتْ بِالْاَجَلْ
ثُمَّ خَلَّاهَا تَصِيْحُ فِي الْفَلَا
تُعْلِنُ التَّوْحِيْدَ جَهْرًا لَا تَمَلّْ

ترجمہ: ایک ہرنی نے آپ سے فریاد کی کہ جس کو ایک ایسے شکاری نے باندھ رکھا تھا۔ جو بارادہ شکار (اُس کو پھانس چکا تھا اور) وہ پھنس گئی تھی (اور آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ) اے خدا کے نبی آپ مجھ کو (تھوڑی دیر کے لئے) کھول دیجئے (تاکہ میں اپنے ضعیف اور چھوٹے بچوں کو دودھ پلا کر (بہت جلد اسی جگہ) واپس آ جاؤں۔ آپ نے اُس کو کھول دیا۔ تو وہ دوڑتی ہوئی اور یہ کہتی ہوئی چلی کہ آپ یقیناً آخری پیغمبر اور مشکلوں کی گرہ کھول دینے والے ہیں۔ پھر (تھوڑی دیر کے بعد) پچھلے پیروں لوٹ کر قید ہونے کے لئے آ گئی۔ اور وعدے کی مدت میں کچھ بھی خلل نہ ڈالا پھر آپ نے (باجازت شکاری) اُس کو چھوڑ دیا کہ وہ جنگل میں چیخ چیخ کر توحید خداوندی کا اعلان کرتی اور نہ تھکتی تھی۔

یہ واقعہ اس حدیث سے ماخوذ ہے جس کو بیہقی اور ابونعیم نے بروایت زید بن ارقم بیان کیا ہے کہ میں مدینہ کی کسی گلی میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ ہمارا گزر ایک اعرابی کے خیمہ کی طرف ہوا۔ وہاں دیکھا کہ ایک ہرنی خیمے کی چوبوں سے بندھی ہوئی ہے۔ اُس نے آپ کو دیکھتے ہی عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس اعرابی نے مجھ کو پکڑا ہے اور جنگل میں میرے دو بچے ہیں میرے تھنوں میں دودھ بھرا ہوا ہے یہ نہ تو مجھے ذبح کرتا ہے کہ اس مصیبت سے چھوٹوں اور نہ آزاد کرتا ہے کہ میں اپنے بچوں کے پاس جنگل میں پہنچ جاؤں۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ میں تیری رسّی کھول دوں تو تو لوٹ کر آ جائے گی۔ اُس نے عرض کیا کہ ضرور آ جاؤں گی اور اگر وعدہ خلافی کروں تو اللہ تعالیٰ مجھ کو عشّار (محصول لینے والا) کا سا عذاب دے گا۔ آپ نے سُن کر اُس کو چھوڑ دیا۔ تھوڑی دیر نہ گزرنے پائی تھی کہ وہ اپنی زبان چاٹتی ہوئی واپس آ گئی۔ آپ نے اُس کو پھر خیمہ سے باندھ دیا۔ اس کے بعد اعرابی اپنے ساتھ پانی کی مشک لئے ہوئے آیا۔ حضورؐ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ کیا تم اس ہرنی کو ہمارے ہاتھ بیچو گے۔ وہ بولا کہ یا رسول اللہ میں یہ آپ ہی کو دیئے دیتا ہوں۔ آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے خود دیکھا کہ وہ جنگل میں سبحان اللہ اور لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتی پھرتی تھی۔

معجزاتہٗ صلی اللہ علیہ وسلم فی برکۃ الطعام والشراب

شعر: وَدَعَا جَمْعًا مِنْ اَهْلِ صُفَّةٍ
كَابَدُوْا وَاتَّخَذُوا اللَّيْلَ جَمَلْ
لِطَعَامٍ قَدْرَ مُدٍّ قَدْ كَفٰى
لِلثَّمَانِيْنَ وَقَدْ زَادَ الْاُكُلْ

ترجمہ: آپ نے اصحاب صفہ کی ایک جماعت کو جو راتوں کو عبادت کرتی اور ساری ساری رات جاگتی تھی۔ کھانے کے لئے بلایا جس کی مقدار ایک مد تھی۔ یہ تھوڑی سی مقدار اسّی آدمیوں کے لئے کافی ہو گئی اور جس قدر کھایا اُس سے زیادہ بچ گیا۔

یہ واقعہ ماخوذ اُس حدیث شریف سے ہے۔ جس کو ابن سعد اور ابن ابی شیبہ اور طبرانی اور ابونعیم نے بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا۔ کہ اہلِ صفہ کو میرے پاس بلا لاؤ میں اُن کو بُلا لایا۔ اس وقت آپ نے ہم سب کے سامنے ایک پیالہ رکھا جس میں کوئی چیز جو کی بنی ہوئی تھی۔ میرے خیال میں ایک مد سے زائد نہ تھی۔ آپ نے اپنا ہاتھ اس پر رکھ کر فرمایا کہ بسم اللہ کر کے کھا جاؤ۔ ہم سے جس قدر کھایا گیا خوب کھایا۔ ہم لوگ ستّر اور اسّی کے درمیان میں تھے اس کے بعد ہم نے اپنے اپنے ہاتھ کھینچ لئے مگر وہ پیالہ دیکھنے کا ویسے ہی بھرا ہوا تھا کوئی فرق معلوم نہ ہوتا تھا۔ فقط انگلیوں کا نشان اُس میں معلوم ہوتا تھا۔

شعر: وَابْنُ اَسْقَعَ اشْتَكٰى مِنْ فَاقَةٍ
مُذْ ثَلٰثٍ لَمْ يَذُقْ طَعْمَ الْاُكُلْ
فَدَعَا خُبْزًا بِسَمْنٍ فَتَّهٗ
وَدَعَا قَوْمًا يَنْتَابُوا النُّزُلْ
فَالثَّلَاثُوْنَ اَتَوْهُ وَانْتَهٰى
كُلُّهُمْ شِبْعًا وَبَعْدَهُمْ اُكُلْ
وَهُوَ بَاقٍ لَمْ يَزِدْهُ اَكْلُهُمْ
غَيْرَ تَكْثِيْرٍ وَمَا كَانَ اَقَلّْ

ترجمہ:- حضرت واثلہ بن اسقع نے فاقہ کی شکایت کی۔ تین دن سے کھانے کا مزہ بھی نہیں چکھا۔ پس آپ نے ایک روٹی منگوا کر گھی میں اس کے ٹکڑے کر دیئے اور ایک ایک جماعت کو بلایا کہ وہ باری باری سے اُس کو کھائیں۔ پس تیس آدمی آپ کے پاس آئے اور اُن سب کا پیٹ بھر گیا اور اُن سب کے بعد آپ نے کھایا۔ وہ کھانا اسی طرح بچا رہا۔ کم تو نہ ہؤا۔ بلکہ بجائے کم ہونے کے بڑھ گیا۔

یہ واقعہ اُس حدیث سے ماخوذ ہے۔ جس کو حاکم نے (اس روایت کو صحیح کہا ہے) بسند یزید بن ابی مالک بروایت واثلہ بن اسقع بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگوں پر تین دن بغیر کھائے پیئے گزر گئے۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہؤا اور اپنی حالت کی خبر دی۔ آپ نے دریافت کیا۔ کہ گھر میں کوئی چیز کھانے کے قابل ہے۔ لونڈی نے عرض کیا کہ ایک روٹی اور تھوڑا سا گھی ہے۔ آپ نے اُس کو اپنے پاس منگوایا اور روٹی کے ٹکڑے اپنے دست مبارک سے کئے۔ اور فرمایا کہ جا کر دس آدمیوں کو بلا لاؤ۔ میں اُن کو بلا لایا۔ ہم سب نے مل کر کھایا اور خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ مگر اس کھانے پر فقط یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ ہماری انگلیوں سے کچھ نشان سے بن گئے ہیں۔ جب ہم لوگ سیر ہو کر کھا چکے تو آپ نے فرمایا کہ دس آدمیوں کو اور بلا کر لاؤ۔ میں اُسی طرح بلاتا رہا۔ مگر اُس کھانے میں بجز زیادتی کے اور کچھ معلوم نہ ہؤا۔

شعر:-

وَقَضٰی عَنْ جَابِرٍؓ مِنْ صُبْرَۃٍ
مَا عَلَیْہِ مِنْ دُیُوْنٍ لَا تَقِلُّ
لَمْ تَکُنْ تَکْفِیْ اِذَا اَحْصَیْتَھَا
بَعْضَ عَادَاتٍ فَقُمُوْا ذْھَبُ وَکِلِ
وَقَضَاھَا مُوْفِیًا اِذْ اَنْکَرُوْا
حَطَّھَا شَیْئًا وَّ تَاخِیْرَ الْاَجَلْ

ترجمہ:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قرض آپ نے ایک ڈھیری سے ادا کر دیا جو کہ بہت سا تھا۔ حالانکہ اگر تم اُس کو جانچتے (تو ظاہر ہو جاتا) کہ اُن کے قرض کے بعض حصہ کو بھی اُس ڈھیری سے ادا کرنا ناممکن تھا۔ اور جب قرض خواہوں نے دونوں باتوں سے انکار کر دیا کہ وہ نہ تو قرض کا کوئی حصہ معاف کریں گے۔ اور نہ ہی ادائے قرض کی مہلت میں توسیع کریں گے تو آپ نے اُسی ڈھیری سے اُن کا قرض پورا ادا کر دیا۔

یہ واقعہ ماخوذ اُس حدیث مبارک سے ہے۔ جس کو بخاری نے بسند شعبی بروایت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کیا ہے کہ میرے باپ جنگ احد میں شہید ہوئے اور انہوں نے چھ لڑکیاں چھوڑیں اور بہت سا قرض چھوڑا جب کھجوریں پک گئیں۔ اور وقت آیا کہ اُن کو درخت پر سے توڑا جائے تو میں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ واقف ہیں کہ میرے والد شہید ہو گئے اور بہت سا قرض اُن پر ہے میری خواہش تھی کہ قرض خواہوں کی نظر آپ پر پڑتی۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے کھجور کے درختوں پر سے جس قدر چھوہارے ٹوٹیں جا کر اُن سب کو ایک جگہ فراہم کر لو۔ میں نے ارشاد نبویؐ کی تعمیل کی۔ اور آپ کی خدمت میں بغرض شرکت حاضر ہؤا۔ آپؐ وہاں تشریف لائے اور بڑی ڈھیری کے آس پاس تین مرتبہ گھومے اور اُس پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ جا کر قرض خواہوں کو بلا لاؤ۔

جب وہ لوگ آ گئے تو آپ نے ناپ ناپ کر اُن کو دینا شروع کیا۔ یہاں تک کہ خداوند عالم نے میرے باپ کے سارے قرض کو اُس میں سے ادا کر دیا اور میں اسی پر زیادہ خوش تھا کہ میرے اور میری بہنوں کے لئے اُس میں سے ایک چھوہارہ بھی نہ بچے۔ مگر والد مرحوم کا قرض سب ادا ہو جاوے۔ لیکن خدا کی قسم ساری ڈھیریاں سالم بچ رہیں یہاں تک کہ جس ڈھیری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اس میں سے مجھ کو ایک چھوہارہ بھی کم معلوم نہ ہوتا تھا۔

جہاد

سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت میں ایک چیز جہاد بالمشرکین والکفار بھی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا یہ پہلو اگر بیان نہ کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم نے ایک بہت بڑا ضروری، بہت بڑا اہم کام اسلام کے بہت بڑے محافظ۔ اسلام کے سچے، جانباز اور جاںنثار خادم کو نظر انداز کر دیا جس کی برکت سے آج تک اسلام دنیا میں زندہ، تابندہ اور پائندہ نظر آ رہا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اسلام کا اصلی مادہ سلم یا سلم ہے جس کے معنی آشتی اور صلح کے ہیں۔ یعنی اسلام دنیا میں صلح کا پیغام بن کر آیا ہے۔ اسلام نہیں چاہتا کہ دنیا میں جنگ اور خونریزی ہو۔ مگر اسلام کو بامر مجبوری اور بحالت اضطراری میان سے تلوار نکالنی پڑتی ہے۔ جس طرح ڈاکٹر کی اصلی منشا یہی ہوتی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو عمل جراحی سے مریض کو بچایا جائے اور مادۂ فاسد جو مریض کے وجود میں پیدا شدہ ہے اسے اندر ہی اندر خشک کر دیا جائے۔ مگر پوری کوشش کے باوجود اگر وہ مادہ فاسد مندمل نہیں ہوتا تو پھر عمل جراحی کی ضرورت پیش آتی ہے۔ پھر بعض اوقات مریض کے بعض اعضا کو کاٹ کر پھینک دینا ہے تاکہ مریض کا بقیہ وجود اس مصیبت سے نجات پا جائے اور مریض صحت یافتہ ہو کر دنیا میں زندگی بسر کر سکے۔

لعینہ

اسلام میں جہاد کی یہی علت ہے۔ خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کے ملک میں توحید کے مقابلہ میں شرک اور کفر بغاوت ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کے ملک میں مشرک اور کافر باغی ہیں۔ اسلام کا قانون یہ ہے کہ مشرکین اور کفار کو اسلام کی تبلیغ کی جائے۔ ان کے اسلام کے متعلق جو شکوک و شبہات ہوں۔ انہیں تسلی بخش جواب دے کر مطمئن کیا جائے۔ پورا اطمینان کرانے کے بعد انہیں دو راستے سمجھائے جائیں یا تو حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں اور مسلمانوں کے مساوی حقوق حاصل کر لیں۔ اور اگر اسلام قبول نہیں کرتے تو اسلامی سلطنت میں بطور ذمی رہیں۔ ہر قسم کا کاروبار کریں۔ مگر اسلامی سلطنت سے یہ معاہدہ کریں کہ ہم کبھی اسلام سے ٹکر نہیں لگائیں گے۔ ہماری جان۔ مال اور عزت کا اسلام حافظ ہوگا۔ اور ایک خاص ٹیکس اسلام کو ہماری اس خدمت کے صلہ میں ادا کرتے رہیں گے۔ اگر وہ لوگ اسلام بھی قبول نہ کریں اور اسلامی سلطنت کے زیر سایہ امن سے رہنا بھی پسند نہ کریں تو پھر اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ وہ اسلام سے ٹکرانا چاہتے ہیں۔ جب وہ باطل پرست اپنے باطل مذہب کی حمایت میں سر دھڑ کی بازی لگانے کے لئے تیار ہوں اس وقت ایک وہ شخص سچے مذہب اسلام کا پیرو اور ایک حقیقی خدا تعالیٰ عزاسمہ وجل مجدہ کا بندہ ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نام پر جان دینے کے لئے بڑے شوق۔ بڑی

خوشی اور بڑی مسرت سے میدان جنگ میں آتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بھی اپنے ان جانباز بندوں کو حکم دیتے ہیں کہ قَاتِلُوا فِی سَبِیلِ اللّٰهِ الَّذِینَ یُقَاتِلُونَکُمْ (ترجمہ) اللہ کی راہ میں ان سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی انصاف پسندی کی بنا پر اس کے ساتھ ہی اپنے جانبازوں کو یہ حکم بھی دیتے ہیں وَلَا تَعْتَدُوا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِینَ (ترجمہ) اور حد سے آگے نہ بڑھو۔ بیشک اللہ حد سے آگے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

حد سے آگے بڑھنے

کے یہ معنی ہیں کہ اُن دشمنانِ اسلام کے امن پسند متعلقین کو جو گھروں میں پڑے ہوئے ہیں انہیں کچھ نہ کہا جائے۔ اس مد میں چار قسم کے آدمی آتے ہیں۔ عورتیں بچے۔ بوڑھے اور جو لوگ اپنی عبادت گاہوں میں اپنے اپنے طریقہ پر عبادت کر رہے ہیں اور انہیں جنگی معاملات میں کسی قسم کا کوئی دخل ہی نہیں ہے۔

جہاد میں کامیابی کی شرائط اور نتائج

قولہٗ تعالیٰ یَا اَیُّهَا الَّذِینَ اٰمَنُوْ هَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِیکُمْ مِنْ عَذَابٍ اَلِیمٍ ۝ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَ تُجَاهِدُونَ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ (سورہ الصف رکوع ۲)

ترجمہ: اے مسلمانو! میں تمہیں ایسی سوداگری بتلاؤں جو تمہیں درد ناک عذاب سے بچائے۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے لڑو اگر تمہیں سمجھ ہے۔ تو تمہارے حق میں یہ بہتر ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کے لئے چار شرطیں بتائی گئی ہیں:

پہلی شرط اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم کے لوگوں کا ایمان مردود ہوتا ہے اور دوسرے قسم کے لوگوں کا ایمان مقبول ہوتا ہے۔ مردود ایمان لانے والوں کا ذکر اس آیت میں ہے

قولہٗ تعالیٰ (وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُشْرِکُونَ ۝ (سورہ یوسف رکوع ۱۲) ترجمہ: اور اللہ پر اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ مگر ایسے حال میں کہ وہ شرک بھی کرنے والے ہوتے ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان بھی لاتے ہیں اور جو تعلق اللہ تعالیٰ سے بندے کو رکھنا چاہئے۔ اسی قسم کا تعلق اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں سے بھی رکھتے ہیں۔) مقبول ایمان والوں کا ذکر مندرجۂ ذیل آیت میں ہے: فَاِنْ حَاجُّوکَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِیَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ (الآیۃ سورہ آل عمران رکوع ۱۲) ترجمہ: پھر جو تم سے جھگڑیں تو کہہ دے۔ میں نے اپنا منہ اور جو لوگ میرے تابع ہیں (انہوں نے اپنے منہ) اللہ کے حکم کے تابع کر دئے ہیں۔

دوسری شرط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا پیغمبر تسلیم کرنا اور ان کے ہر ارشاد کو دل سے ماننا۔

تیسری اور چوتھی شرط

میدان جہاد میں فقط اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کو صرف کرنا یعنی یورپین قوموں کی طرح یہ خیال نہ ہو کہ اس ملک کو فتح کر کے اپنی تجارت کی منڈی بنائیں گے۔ غیر ممالک سے جو مال اس ملک میں آئے گا اس پر حسب منشا ٹیکس وصول کریں گے اس ملک کے لوگوں کو غلام بنا کر جس قسم کے ٹیکس چاہیں گے۔ ان پر لگائیں گے۔ اپنی قوم کے آدمیوں کو بڑے بڑے عہدے دے کر معقول تنخواہیں انہیں اسی ملک کے خزانے سے دلوائیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اسلامی فوج کو فقط یہ چیز پیش نظر ہوتی ہے کہ اس ملک کے باغیوں کو اللہ تعالیٰ کا وفادار بندہ بنائیں۔ انہیں خدائی قانون یعنی قرآن کا متبع بنائیں تاکہ یہ لوگ جہالت کے گڑھے سے نکل جائیں اور نورِ علم و عرفان سے ان کے سینے منور ہو جائیں۔ شرک کی نجاست سے ان کے سینے پاک ہو جائیں اور نورِ توحید اُن کے سینوں میں چمکتا نظر آئے ظلمت کفر سے ان کے دل پاک ہو جائیں اور نورِ ایمان سے روشن ہو جائیں۔ دوزخ کی لائن سے ان کا کانٹا بدل جائے۔ اور جنت الفردوس کی لائن پر ان کی زندگی کی گاڑی کو چلائیں وہ بداخلاقیاں جو نظام عالم کو درہم برہم کرنے والی ہیں۔ ان سے یہ لوگ تائب ہو جائیں۔ خوفِ خدا ان کے سینوں میں نظر آئے۔ اور یہ لوگ اعلیٰ درجہ کے شریف۔ اعلیٰ درجہ کے با اخلاق اور اعلیٰ درجہ کے مقبول بارگاہِ الٰہی ہو جائیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

اسی قسم کے متبرک مقاصد کو پیش نظر رکھ کر اللہ تعالیٰ کے باغیوں سے لڑنا جہاد ہے۔

دربارِ رسالت میں مجاہد کسے کہتے ہیں

عن ابی موسیٰ قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال الرجل یقاتل للمغنم والرجل یقاتل للذکر والرجل یقاتل لیُریٰ مکانہٗ فمن فی سبیل اللہ قال من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللہ ۔ متفق علیہ۔

ترجمہ: ابی موسیٰ رض سے روایت ہے کہا ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آیا۔ پس عرض کی کہ ایک شخص مال غنیمت حاصل کرنے کے لئے لڑتا ہے۔ اور ایک شخص شہرت حاصل کرنے کے لئے لڑتا ہے۔ اور ایک شخص اس لئے لڑتا ہے تاکہ اس کا مرتبہ (بہادری کے لحاظ سے) دیکھا جائے۔ ان میں سے فی سبیل اللہ (لڑنے والا) کون ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ جو شخص اس لئے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو۔ وہ فی سبیل اللہ ہے۔ یعنی اس لئے لڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دین بلند ہو۔

لہٰذا

محاذ کشمیر پر لڑنے والے مسلمانوں کا فرض اولین یہ ہے کہ وہ اپنی نیتوں کو درست کر لیں۔ ان مجاہدین کی نیت یہ ہو کہ اے اللہ ہم چاہتے ہیں کہ کشمیر میں جو مسلمان کفار کے نرغے میں آئے ہوئے ہیں اور ان کی جان، مال، عزت اور ناموس خطرہ میں ہے۔ ان توحید پرستوں کو کفار کے پنجے سے آزاد کرائیں۔ تاکہ وہ آزادی سے تیرا نام لے سکیں اور آزاد ہو کر اپنے ایمان اور اپنے اسلام کو کفار کے شر سے بچا کر آزاد زندگی بسر کر سکیں اور خطہ کشمیر سے کفر کا جھنڈا سرنگوں کر کے اسلام کا پھریرا لہرائیں اور خطہ کشمیر کی وادیوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ۔ اشہد ان محمد رسول اللہ کا نعرہ لگائیں۔ اے برادران اسلام۔

جب اس نیت سے آپ کشمیر کی طرف قدم بڑھائیں گے تو مقربین الٰہی بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہو کر یہ شعر گنگنائیں گے۔ شعر

بجرم عشق تو ام می کشند غوغائیست
تو نیز بر سر بام آ چہ خوش تماشائیست

کہ اے اللہ محاذ کشمیر پر جانے والے مجاہدوں کے راستہ میں کفار کی فوجیں اس (باقی صـ پر)

(باقی صـ۲۰ پر)

عبد الرحمان لدھیانوی - شیخوپورہ

تمام دنیا کے مصلحِ اعظم

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مُصلحینِ عالم نئی بات اور کوئی نئی داستان نہیں۔ دنیا کی صبح اوّل کے طلوع سے لے کر آج تک ہر دوَر اور ہر زمانہ میں مصلحین پیدا ہوتے ہی رہے ہیں اور انہوں نے اپنی اپنی جگہ گراں بہا خدمات بھی انجام دیں، اصلاحات بھی کیں اور انقلاب بھی برپا کئے۔ پیغمبروں میں حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ۔ فرمانرواؤں میں نپولین۔ سکندر۔ نوشیرواں اور اشوک۔ قائدین میں زردشت، بدھ اعظم، کرشن جی، لُوتھر، سولن، واشنگٹن۔ ڈیگ۔ والٹیر۔ ٹالسٹائی۔ گرُو گوبند سنگھ اور سوامی دیانند وغیرہ فی الواقع اپنے اپنے عہد کے بہت بڑے اور نامور مصلحین تھے۔ جنہوں نے اپنی انقلاب انگیز اصلاحات سے دنیا بدل کر رکھ دی۔ جس کی وجہ سے آج بھی اُن کا نام شکر و احسانمندی کے جذبات کے ساتھ لیا جاتا ہے اور لیا جاتا رہیگا۔

لیکن پہلے یہ بھی دیکھ لینا چاہئے کہ دائرہ اصلاح میں وہ کون سے مہم امور ہیں جن کی اہمیت ہمہ گیر ہے اور جس سے کائنات انسانیت کو فی الواقع بیش از بیش فائدہ پہنچنا ممکن ہے۔ ہمارے نزدیک ہی نہیں دنیا کے نزدیک امتیاز رنگ و نسل کا اعدام، غلامی کا انسداد، سرمایہ و محنت میں ربط، مساوات عامہ کا قیام، عورتوں کے حقوق کی تعیین، تعلیم و تعلّم کی عمومیت، دائمی اخلاق کے افشا کی تدابیر، دین و دنیا میں بہترین توازن اور قیام امن و انسداد جرائم وہ چیزیں اور وہ اہم امور ہیں جن پہ ایک مصلح کی نظر فوری اور لازماً پڑتی ہے اور پڑنی چاہئے یہ حقیقت قائم ہو جانے کے بعد دیکھنا یہ ہے کہ جو کوششیں مذکورہ مصلحین نے کیں اور جو تعلیم دی وہ پیشِ نظر مقصد کے لئے کس حد تک مفید ثابت ہوئی اور اس سے دنیا کو کیا فائدہ پہنچا۔ ہم کسی کی تنقیص کرنا نہیں چاہتے انہوں نے جو کچھ کیا اپنے نزدیک بہتر سمجھ کر کیا اور حتی الوسع انہوں نے کوششوں میں کوئی دقیقہ اٹھا ہی نہ رکھا جس کے لئے وہ دنیا کے شکریہ کے مستحق ہیں۔

لیکن یہ حقیقت ثابتہ ہے کہ اس سلسلہ میں جو کچھ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کر گئے وہ انہیں کا حصہ تھا۔ اُن سے پہلے اور ان کے بعد کوئی نہیں کر سکا۔ دنیا کو اس وقت بھی بیش از بیش فائدہ پہنچا اور آج بھی پہنچ سکتا ہے۔ پھر تعلیم اتنی سہل، اتنی معقول، اتنی قابلِ عمل کہ اس دورِ تہذیب میں اس سے بیش از بیش فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

وہ دانائے سُبل ختم الرُّسل مولائے کُل
جس نے غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسین، وہی طٰہٰ

ارشادِ خداوندی

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۝ (پ ۲۲- ع ۹)

ترجمہ:- اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے خوشی اور ڈر سنانے کو بھیجا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض یہی ہے۔ کہ نہ صرف عرب بلکہ تمام دنیا کے لوگوں کو ان کے نیک و بد سے آگاہ کر دیں۔ سو آپؐ نے ایسا کر دیا جو نہیں سمجھتے وہ جانیں۔ سمجھدار آدمی تو اپنا نفع و نقصان سوچ کر آپؐ کی بات کو ضرور مانیں گے۔ ہاں دنیا میں جاہلوں اور بے سمجھوں کی کثرت ہے ان کے دماغوں میں کہاں گنجائش ہے کہ کارآمد باتوں کی قدر کریں؟

ارشادِ خداوندی بزبانِ رسول اکرمؐ

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الخ (پ ۹- ع ۱۰)

ترجمہ: تو کہہ۔ اے لوگو! مَیں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ (جس کی حکومت زمین و آسمان میں ہے اُس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ سو اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبیٔ امّی پر ایمان لاؤ جو کہ اللہ اور اس کے سب کلاموں پر یقین رکھتا ہے اور اُس کی پیروی کرو تاکہ راہ پاؤ)

مطلب یہ ہے کہ آپؐ کی بعثت تمام دنیا کے لوگوں کو عام ہے۔ عرب کے امیّین یا یہود و نصاریٰ تک محدود نہیں جس طرح خداوند تعالےٰ شہنشاہِ مطلق ہے۔ آپؐ اُس کے رسولِ مطلق ہیں۔ اب ہدایت و کامیابی کی صورت بجز اس کے کچھ نہیں کہ اُس جامع ترین عالمگیر صداقت کی پیروی کی جائے جو آپؐ لے کر آئے ہیں۔ یہی پیغمبر ہیں جن پر ایمان لانا تمام انبیاء و مرسلین اور تمام کتب سماویہ پر ایمان لانے کے برابر ہے۔

شرائطِ مصلح

- سب سے پہلی شرط یہ ہونی چاہئے۔ کہ اُس نے کسی خاص قوم یا نسل یا طبقہ کی بھلائی کے لئے نہیں بلکہ تمام دنیا کے انسانوں کی بھلائی کے لئے کام کیا ہو۔
- دوسری شرط یہ ہے کہ اُس نے ایسے اصول پیش کئے ہوں جو تمام دنیا کے انسانوں کی رہنمائی کرنے ہوں اور جن میں انسانی زندگی کے تمام اہم مسائل کا حل موجود ہو۔
- تیسری شرط یہ ہے کہ اُس کی رہنمائی کسی خاص زمانے کے لئے نہ ہو بلکہ ہر زمانے اور ہر حال میں یکساں مفید، یکساں صحیح اور یکساں قابلِ پیروی ہو۔
- چوتھی شرط یہ ہے کہ اُس نے صرف اصول پیش کرنے ہی پر اکتفا نہ کیا ہو بلکہ اپنے پیش کردہ اصولوں کو زندگی میں عملاً جاری کر کے دکھایا ہو اور ان کی بنیاد پر ایک جیتی جاگتی سوسائٹی پیدا کر دی ہو۔

آئیے اب ہم دیکھیں کہ یہ چاروں شرطیں اُس ہستی میں کہاں تک پائی جاتی ہیں جس کو ہم مصلحِ اعظم کہتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ کریں تو ایک ہی نظر میں محسوس کر لیں گے کہ یہ کسی قوم پرست یا محبِّ وطن کی زندگی نہیں ہے بلکہ ایک محبِّ انسانیت اور ایک عالمگیر نظریہ رکھنے والے انسان کی زندگی ہے۔ اُس کی نگاہ میں تمام انسان یکساں تھے۔ کسی خاندان، کسی

طبقہ، کسی قوم، کسی نسل یا کسی ملک کے خاص مفاد سے ان کو دلچسپی نہ تھی امیر و غریب، اونچ نیچ، کالے اور گورے، عرب اور غیر عرب، مشرقی و مغربی، سامی اور آرین سب کو وہ اس حیثیت سے دیکھتے تھے کہ یہ سب ایک ہی انسانی نسل کے افراد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی زندگی ہی میں حبشی، ایرانی، رومی، مصری اور اسرائیلی اُن کے رفیقِ کار بنے۔

دوسری اور تیسری شرط کو ایک ساتھ لیجئے:۔

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم نے مخصوص قوموں اور مخصوص ملکوں کے وقتی اور مقامی مسائل سے بحث کرنے میں اپنا وقت ضائع نہیں کیا بلکہ اپنی پوری قوت دنیا میں انسانیت کے اس بڑے مسئلہ کو حل کرنے میں صرف کر دی۔ جس سے تمام انسانوں کے سارے چھوٹے چھوٹے مسائل خود حل ہو جاتے ہیں۔

وہ بڑا مسئلہ صرف یہ ہے "کائنات کا نظام فی الواقع جس اصول پر قائم ہے انسان کی زندگی کا نظام بھی اُسی کے مطابق ہو کیونکہ انسان اس کائنات کا ایک جزو ہے اور جزو کی حرکت کا کُل کے خلاف ہونا ہی خرابی کا موجب ہے"

انسان کی خدا سے بغاوت تمام خرابیوں کی جڑ ہے

آخری شرط یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف خیالی نقشہ ہی پیش نہیں کیا بلکہ اس نقشہ پر ایک زندہ سوسائٹی پیدا کر کے دکھا دی۔ آپ نے ۲۳ سال کی مختصر مدت میں لاکھوں انسانوں کو خدا کی حکومت کے آگے سر اطاعت جھکانے پر آمادہ کر لیا۔ اُن سے خود پرستی بھی چھڑوائی اور خدا کے سوا دوسروں کی بندگی بھی۔ پھر ان کو جمع کر کے خالص خدا کی بندگی پر ایک نیا نظامِ اخلاق، نیا نظامِ تمدن، نیا نظامِ معیشت اور نیا نظامِ حکومت بنایا اور تمام دنیا کے سامنے اس بات کا عملی مظاہرہ کر دیا کہ جو اصول وہ پیش کر رہے ہیں اس پر کیسی زندگی بنتی ہے اور دوسرے اصولوں کی زندگی کے مقابلہ میں وہ کتنی اچھی، کتنی پاکیزہ اور کتنی صالح ہے۔

یہ وہ کارنامہ ہے جس کی بناء پر ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مصلحِ اعظم کہتے ہیں۔

ایک مصلح بہت سی ذمہ داریوں کو اپنے ساتھ لے کر آتا ہے اور اُن میں اہم ترین یہ ہیں:۔

لوگوں میں مساوات پیدا کرنا نسل و قومیت کا امتیاز مٹانا۔ امیروں۔ غریبوں۔ سرمایہ داروں اور مزدوروں میں ایسا ربط پیدا کرنا جس سے آپس میں ہمدردی کے جذبات پیدا ہوں۔ ادنیٰ و اعلیٰ کا فرق مٹانا امن و صلح کی روح پھونکنا۔ افراد میں اتفاق و اتحاد کا رشتہ قائم کرنا۔ بندوں کا رشتہ خدا سے جوڑنا، عورتوں کی اصلاح، اُن کے حقوق کی حفاظت اور ان کی ادائیگی، تعلیم کی عمومیت، غلامی کا انسداد، رذائل اخلاق مثلاً جوا، شراب، سود، چوری، ڈاکہ جیسے بُرے اخلاق سے روکنا۔ اور فضائل اخلاق کی تعلیم دینا، جوشِ عمل اور قوت کا بیدار کرنا، اعمال کی اصلاح کے ساتھ ساتھ رُوح کی بھی اصلاح کرنا۔

وہ مصلح جنہیں اللہ تعالے نے نبوّت کا شرف عطا کیا انہوں نے سب سے پہلے رُوح کی اصلاح کی طرف توجہ کی۔ اور اس کے بعد اعمال کی طرف۔ اس لئے کہ روح کی اصلاح کے بغیر اعمال کی اصلاح ناممکن ہے۔

نبوّت کا ایک اہم پہلو اصلاحِ نفس بھی ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا مطالعہ کرنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ نے منصبِ رسالت پر فائز ہوتے ہی سب سے پہلے اس اہم ذمہ داری کو سنبھالا اور بندوں کا رشتہ خدا سے استوار کرنے کے لئے اپنی پوری قوت صرف فرما دی۔ مکی زندگی میں ۱۳ سال تک مصائب اور صبر آزما پریشانیوں کے باوجود آپ نے ایک لمحہ بھی اس سے اعراض نہیں فرمایا۔ اور حوصلہ شکن اور پریشان کن مخالفتوں کے باوجود آپ جس طرح اس مقصد میں کامیاب ہوئے صرف تاریخ ہی نہیں بلکہ دنیا کے ساٹھ کروڑ مسلمان ایک زندہ مثال آج بھی موجود ہیں۔ اسی طرح مدنی زندگی میں بھی جبکہ اسلام پوری قوت پکڑ چکا تھا۔ آپ ہمیشہ اس طرف متوجہ رہے۔ مبلغین کا تقرر، سلاطین کو قبول اسلام کے لئے دعوت نامے، اور پاکیزہ خطبات اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

رواداری کا سبق

توحید و رسالت اور دوسرے اسلامی عقائد کی تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ نے رواداری کی تعلیم پر خاص زور دیا۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ پر اور میری رسالت پر ایمان لاؤ۔ اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ زمین و آسمان، شجر و حجر، وحوش و طیور سب کا وہی خالق ہے۔ نیک عمل کرو تاکہ تمہیں دین و دنیا کی فلاح حاصل ہو۔ کسی سے جھگڑا نہ کرو۔ بغض و فساد سے دور رہو۔ تمام انسان اللہ ہی کے بندے ہیں۔ ہر ایک کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ کسی دوسرے مذہب کے بزرگوں کو بُرا مت کہو۔ تمام رسولوں پر ایمان لاؤ اور جو کتابیں اُن پر نازل ہوئی ہیں انہیں سچا جانو۔

مساوات کا سبق

نسل و ملت، امیری اور غریبی نے، اونچ نیچ کی تمیز نے صدہا سال سے معاشرت میں ایک بلند دیوار حائل کر دی تھی۔ صرف پاک و ہند میں ہی نہیں بلکہ دنیا کے دوسرے ممالک خصوصاً یورپ بھی اس لعنت میں گرفتار تھا۔ اسلام نے اس لغویت پر کاری ضرب لگائی۔

بلال حبشیؓ کو حضرت عمرؓ اپنا آقا کہتے ہیں۔ حضرت زیدؓ بن حارثہؓ کی سرکردگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب لشکر روانہ کرتے ہیں تو انہی غلام کے تحت بڑے بڑے نامور قریشی اور ہاشمی خوشی خوشی شرکت کرتے ہیں اور کسی کو گراں نہیں گذرتا۔ جیش اُسامہ انہی زیدؓ کے فرزند اُسامہ سے منسوب ہے۔

اب اسلامی ارکان اور عبادات پر نظر ڈالئے اس میں بھی یہ سبق موجود ہے نمازِ پنجگانہ، نمازِ جمعہ، نمازِ عیدین اور حج میں اسی مساوات کا عملی سبق موجود ہے کہ ایک ہی صف میں امیر و غریب، ادنیٰ اور اعلیٰ دوش بدوش کھڑے ہوتے ہیں۔ کیا کسی کو یہ احساس ہوتا ہے کہ میرے پہلو میں ایک غریب شخص ہے یا میرا امام مرتبہ میں مجھ سے کم ہے؟ اسلام نے بتا دیا کہ اللہ تعالے کے حضور میں تمہاری شرافت کی دلیل، تمہارے خونی رشتے اور خاندانی سلسلے نہیں ہیں بلکہ تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (ترجمہ) بے شک اللہ کے نزدیک متقی محترم ہیں۔

آپ کی تعلیمی مساعی ہی کا یہ نتیجہ تھا

کہ درسگاہ صُفّہ سے بہترین جنرل، بہترین گورنر، بہترین فلاسفر، بہترین فاضل اور متقی پیدا ہوئے جن کے فیضِ علم نے جہالت کی تیرہ و تاریک دنیا میں اُجالا کر دیا۔

اصلاحِ نسواں

یہ صرف اسلام نے بتایا کہ عورت کا وجود بڑا ضروری ہے۔ عورت کو دنیا میں بدترین مخلوق سمجھا جاتا تھا اور اسے کسی اعتبار سے بھی شریکِ حیات ہونے کا شرف حاصل نہ تھا۔ ان کی حیثیت محض جائداد منقولہ کی سی تھی۔ جب چاہتے بیچ ڈالتے اور جب چاہتے ان کو چھوڑ دیتے وہ مرد کے لئے محض ایک تفریح کا ذریعہ بنی ہوئی تھی۔ جس گھر میں لڑکی پیدا ہوتی وہ اپنے قبیلہ میں سبک سر بنتا۔ ماں باپ کے مال و متاع میں ان کا کوئی حصّہ نہ تھا۔ غرضیکہ اسلام سے پہلے عورت کی کوئی جداگانہ حیثیت نہ تھی۔ صرف اسلام کو یہ شرف حاصل ہے۔ کہ اس نے عورت کو ایک جداگانہ حیثیت عطا فرمائی۔ وراثت میں شریک کیا۔ مرد پر اس کے حقوق قائم کئے اور یہ کہہ کر انہیں مساوات کا درجہ دیا کہ "عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو" رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے عمل سے معاشرت میں اُن کے لئے ایک مرتبہ اور درجہ متعیّن کر دیا۔ متعدّد شادیوں کے بعد مرد اس سلسلہ میں زیادتیاں کرتے تھے۔ آپؐ نے خود ازواج مطہّرات کے حقوق ادا فرما کر ان زیادتیوں کا سدِباب فرمایا۔ بیوہ عورت جس عالم کس مپرُسی میں تھی اُس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جب غیر بیوہ کے حقوق ہی مرد ادا کرنے سے کتراتے تھے تو بیوہ کا کون پرسانِ حال ہوتا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں بھی اپنے عمل سے ہمیں ایسا درس دیا جس کی ضرورت دُنیا آج بڑی شدّت سے محسوس کر رہی ہے۔

غلاموں کی اصلاح

غلامی انسانیت کے لئے ایک بڑی لعنت ہے۔ ایک انسان دوسرے انسان کی مِلک بن جائے۔ اُس کی خرید و فروخت ہو اُسے جانوروں کی طرح رکھا جائے۔ سزائیں دی جائیں۔ ہر قسم کی مشقّت ان سے لی جائے۔ یہ کیسی انسانیّت ہے۔ صِرف اتنا نہیں بلکہ آقا اس بدبخت جماعت کی جانوں کے بھی مالک تھے آقاؤں کو اختیار حاصل تھا کہ وہ اپنے غلاموں کو جب چاہیں قتل کر دیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ننگِ انسانیت فعل کی بھی پوری پوری اصلاح کی۔ آپؐ نے اپنے مقدّس عمل سے مسلمانوں کو بتایا کہ ان کے ساتھ فیاضانہ سلوک کریں۔ جو خود کھائیں انہیں کھلائیں، جو خود پہنیں انہیں پہنائیں۔ ان سے ایسا کام نہ لیں جو اُن کے بس سے باہر ہو۔ ان کو غلام کہہ کر نہ پکاریں بلکہ بھائی، بیٹا، بیٹی کے پیارے نام سے پکاریں جو کچھ بھی وہ کما کر لائیں اس میں سے ایک مقررہ حصہ ان کو بھی دیں۔ یہ اصلاحی احکام اُن کے لئے تھے جو اسلام سے پہلے غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ غلاموں کی خرید میں چونکہ روپیہ صرف کیا جاتا تھا وہ مفت ہاتھ میں نہیں آتے تھے۔ اس اعتبار سے وہ ایک دولت تھے اس لیئے اسلام نے کفّارہ میں غلام آزاد کرنا بھی رکھا ہے تاکہ اس طرح زیادہ سے زیادہ غلام آزادی پا سکیں۔ کچھ عرصہ کے بعد اسلام نے غلام بنانے کی رسم بالکل بند کر دی۔ غزوات کے قیدی یا تو فدیہ لے کر چھوڑ دئے جاتے تھے یا انہیں یونہی احساناً چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اسلام نے اپنی تعلیمات میں غلام آزاد کرنے کا بڑا درجہ رکھا ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کو سپہ سالاری اور حکومت کے بڑے بڑے منصبوں پر مقرر کر کے آزادوں کو اُن کا مطیع اور محکوم بنا کر ان کے درجہ کو بہت بلند کیا۔

اخلاقی اصلاح

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور دنیا میں تشریف آوری کا مقصد اخلاقی اصلاح ہی تھا۔ شرک و بُت پرستی سے قطع نظر کون سی ایسی بداخلاقی تھی جس میں عرب والے مبتلا نہ تھے؟ شراب، چوری جوا، سود، قتلِ اولاد کے ساتھ ساتھ فخر و غرور، غیبت، بددیانتی اور ریاکاری جیسی بُرائیوں میں گھرے ہوئے تھے۔ اور ان پر فخر کیا کرتے تھے۔ اور دنیا بھر کی بیہودگیوں میں رات دن مشغول رہتے تھے۔ قتل و غارت اور فساد ان کی زندگی کا مشغلہ بن گیا تھا۔ تمام قرآن پاک ان برائیوں کے اصلاحی احکام سے پُر ہے۔ آپ کا ہر لمحہ اس اصلاح میں گذرا۔ آپؐ نے اپنی مسلسل کوششوں اور شب و روز کی سرگرمیوں سے چوتھائی صدی میں تمام عرب کی کایا پلٹ دی۔ وہی بداخلاق جو ہروقت شراب میں بدمست اور جوئے میں مصروف رہتے تھے خدا کے سچّے عبادت گذار بن گئے، وہی جن کا سارا وقت فواحش میں گذرتا تھا اب عبادت میں گذرنے لگا۔ بدمست، رِند، رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح سے فرشتے معلوم ہونے لگے۔ غرضیکہ آپؐ نے ایک بدترین خلائق قوم کو اخلاقی فضائل سے آراستہ کر دیا۔ الغرض آپؐ نے صدیوں کے بگڑے ہوئے عربوں کو تھوڑی سی مدت میں اس طرح سنوار دیا کہ دنیا کا کوئی مصلح ایسی شاندار کامیابی حاصل نہ کر سکا۔

تمدّنی اصلاح

اُس تمدّن اور معاشرت کو کبھی اچھا نہیں کہا جا سکتا۔ جس کے افراد مہذّب اور فضائل اخلاق سے آراستہ نہ ہوں۔ کسی قوم کے افراد جیسے اخلاق کے مالک ہوں گے ویسا ہی اُس قوم کا تمدّن اور اس کی معاشرت ہو گی۔ آج دنیا کے جس تمدّن پر نظر ڈالئے اُس میں زندگی گذارنے والے افراد کے اخلاق کی جھلکیں نظر آئیں گی۔ عرب جن برائیوں اور بداخلاقیوں میں گھرے ہوئے تھے اس سے ان کے تمدّن اور ان کی معاشرت کا پتہ چلتا ہے۔ عربوں کی جتنی جتنی اخلاقی اصلاح ہوتی گئی اتنا ہی ان کا تمدّن اور ان کی معاشرت بھی سدھرتی گئی۔

کاروباری بددیانتی کو جس قدر فروغ تھا وہ بالکل ختم ہو گیا اور اس کی جگہ دیانت نے لے لی۔ چوری اور فریب کے تمام راستے سچائی اور صدقِ عمل نے بند کر دئے۔ بے جا طرفداری اور حمایت کی بجائے عدل اور انتقام کے بدلہ معافی و درگذر کے دروازے کھل گئے۔

اسلام نے حسنِ معاشرت کی تکمیل کے لئے اس کے تینوں شعبوں یعنی اخلاق، حقوق اور آداب کی طرف پوری پوری توجہ کی۔ جس طرح عربوں سے بری عادتیں چھڑوائیں اُسی طرح انہیں دوسروں کے حقوق غصب کرنے سے روکا گیا۔ ماں، باپ، اعزّا، یتیم، مسافر اور محتاجوں وغیرہ کے حقوق معیّن کر کے ان کی ادائیگی پہ پوری قوت صرف کر دی اور بہت جلد رسولِ اکرمؐ کی تعلیمات کے فیض اور آپؐ کے عمل کے نمونہ سے وہ حقوقِ معاشرت کی ادائیگی میں پوری طرح کمربستہ ہو گئے۔ وحشی اور بدمزاج عربوں کو معاشرت کے آداب

سکھلائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلوت و جلوت، محفل و مسجد، حضر و سفر میں ہر وقت اُن آداب کی تعلیم دی اور فضائل اخلاق سے جلا پانے والے دلوں نے بڑے ذوق شوق سے ان آداب معاشرت کو سیکھا۔

عفت و پاکدامنی جو حسن معاشرت کے اوّلین لوازم میں سے ہے اسلام ہی کی بدولت تمدن و سماج کو میسر آئے اور اس خصوصیت میں اسلام یکتا و یگانہ ہے۔ آج تہذیب کے دعویداروں کے یہاں عفت و پاکدامنی کا کوئی مفہوم ہی نہیں ہے۔ اور معاشرت میں اس سے جو خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں اس سے کون بے خبر ہے؟ مختصر یہ کہ اسلام نے حسن معاشرت کی ہر رخ سے تکمیل کی۔

شارع اسلام اور مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں اصلاح کے جس مقصد کو لے کر تشریف لائے تھے۔ اس مقصد کو آپؐ نے اپنی سرگرم کوششوں اور اپنے پاکیزہ عمل سے بڑی جلدی خاطر خواہ کامیابی حاصل کر لی اور آپ کی پاک تعلیم اور فیضان عمل سے عرب کے وہی وحشی تہذیب اخلاق و حسن معاشرت میں اس وقت تمام دنیا سے آگے بڑھ گئے۔ جب کہ باقی دنیا جہالت اور وحشت کی تاریکی میں بھٹک رہی تھی اور اسے سعادت کا راستہ نہیں مل رہا تھا سب فیض اسی نبیؐ کا تھا۔ جس کے پاکیزہ اخلاق کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ

(پ ۲۹ - ع ۳)

ترجمہ:۔ (اے محمدؐ) بیشک آپ اخلاق کے بڑے درجہ میں ہیں۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (پ ۲۱ - ع ۱۹)

ترجمہ: اللہ کے رسول میں تمہارے لئے پیروی کا اچھا نمونہ ہے۔

فی رسول اللہ ما را اُسوۃ
سنتِ او ہست ما را قدوۃ

تبدیلی پتہ

عبدالاعلیٰ بیگ ناظم مکتبۂ اعلیٰ بیرون شیرانوالہ گیٹ نزد فیروز سنز۔ صدیقی سٹریٹ لاہور

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں

جنتی نظام الدین دہلی
۲۲ رجب ۱۳۸۴ھ

حضرت جی کا ایک مکتوب گرامی

شیخ التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خط درج ذیل ہے۔ آپ نے مولانا ممتاز علی شاہ صاحب کو ایک تبلیغی اجتماع میں شرکت کی دعوت دیتے ہوئے جس پیرائے میں خطاب کیا ہے اس سے بآسانی اندازہ ہو سکتا ہے کہ طریق دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں حضرت جی علماء اسلام کی شخصی عظمت کا کس قدر احساس و احترام رکھتے تھے۔ یہ مکتوب گرامی دوسروں کی توقیر و تکریم اور اپنی عاجزی و انکساری کی منہ بولتی تصویر ہے۔ (ادارہ)

مخدوم و مکرم اسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

یہ تبلیغ کا اہم کام جو اس پر فتن اور انحطاط کے زمانہ میں ان کے دور کرنے کے لیے ایک غیبی اور غیر مترقبہ نعمت ہے ہم اپنے جاننے والوں کے قربان ہونے کے لئے ایک دعوت ہے جس کا اگر کر لیا جائے اور وقت کے مناسب اقدار و مشاغل کو قربان کر دیا جائے کہ جن کا موضوع مسلمانوں کے لیے قربان کر دینا ہی ہے تو یہ تعمیر مستحکم ہو جاتی اور اسلام کی چمک کی صورتیں ظاہر ہوں۔ اس کام کے لیے آپ جیسے متبرک ہستی متوجہ ہے۔ اگر یہ توجہات اور فکر اس کام کی جڑوں کے مستحکم کرنے کی طرف ہوئیں اور ایسے وقت میں جب کہ ہر طرف سے اور علاقے کے لوگ بکثرت متوجہ ہیں۔ حضرت اقدس ان تک فیض پہنچانے کی طرف متوجہ ہونے اور ہم ضعفاء کی اس کس مپرسی کے وقت ہاتھ بٹانے کا ارادہ فرماتے تو نہ معلوم اس سے کتنی اعلیٰ و ارفع صورتیں نمودار ہوتیں مگر کس طرح عرض کروں کہ وہ صورتیں آپ جیسے مخزن ظاہر و باطن حضرات کے گراں بہا اوقات حاصل کر کے اس اہم کام کے فروغ دینے کے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کی وجہ سے محل خیال میں ہیں اور اب تک کی پیدا شدہ صورتیں بھی خطرے میں ہیں۔ نا معلوم کونسا وقت آتے گا کہ آپ جیسی بابرکت ذاتیں اپنے وقتوں کی زکوٰۃ ہم پر تصدق فرمائیں گی۔ جس سے وہ نتائج ثمر اور ہماری جدوجہد نتیجہ خیز ہوں۔ بہرحال بہت سا وقت اس نہی روشنی میں گزر چکا ہے اور بہت سی صورتیں ضائع ہو چکی ہیں۔ اگر آنجناب اب بھی اپنی تشریف آوریوں سے ان غرباء کو مالا مال فرمائیں بالخصوص قریبی اجتماع میں تشریف لائیں آپ کے یہاں کام کے متعلق بھی اور اس کے مضافات کے متعلق بھی اور جہاں جہاں کام ہو رہا ہے جناب کی بصیرتوں کے ذریعے غور و فکر کی نعمت بھی حاصل کی جاتے۔ آں مخدوم ہماری موجودہ صورتوں اور حالات کا بھی جائزہ لیں اور موجودہ سطح تک پہنچنے والے کام کی ذمہ داریاں بھی محسوس فرمائیں اور و افادہ کا تا حیات مبارکہ عزم مصمم فرمائیں تو انتہائی خیروں کی توقعات ہیں۔ حضرت عالی رائپوری دام مجدہٗ اور حضرت شیخ الحدیث صاحب و دیگر اکابر چار ذیقعدہ کو ہفتہ عشرہ کے لیے تشریف لا رہے ہیں۔ اور بہت سے اصحاب خیر کے جمع ہونے کی اس اجتماع میں امید ہے۔ اگر جناب بھی قدم رنجہ فرمائیں تو ہم صدمہ زدگان کی بہت کچھ اشک شوئی و کام کی سرپرستی ہو۔ اور اسلام اور اس کے اہم کام کی غربت مبدل بہ عزت ہو۔ فقط والسلام

محمد یوسف عفی عنہٗ

بقیہ: سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لئے کھڑی ہیں کہ ان پر بم برسائیں اور ٹینک مقابلہ میں لائیں۔ تاکہ یہ مجاہد یہیں ختم ہو جائیں اور آگے نہ بڑھنے پائیں۔ اب تو بھی اپنی قدرت کا کرشمہ دکھا۔ اور ان خدا پرست مجاہدوں کی حمایت میں اپنی غیبی طاقت نازل فرما۔ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کا

اعلان

ہے کہ اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ۔ ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کی تو پھر کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا۔

میرا ایمان

ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی غیبی طاقت مسلمانوں کی پشت پناہی کے لئے میدان میں آئے گی تو ہمارے مجاہدین کو یقیناً فتح عظیم اور کفار کو شکست فاش ہوگی۔ اسی قاعدہ کے ماتحت سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ و السلام کو ہمیشہ غزوات میں اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی تھی۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔

عید میلاد النبیؐ

حکیم آزاد شیرازی
لاہور

اَوجِ پرواز فلک جب ہوا عنقائے خیال
بن گئے شہپرِ جبریلِ امیں پائے خیال
علمِ قدرت میں ہوئی رُوزِ ازل جائے خیال
زاویہ عرش کا ہے یا کہ ہے مبدائے خیال
حُسنِ تخیل تھا جو بحرِ کرم سے نکلیں
صُورتیں نور کی سب کتمِ عدم سے نکلیں

بوئے گُل بن کے ضیائے رُخِ زیبا پھیلی
مظہرِ نُور سے اک برقِ تجلّی پھیلی
کُفر نابُود ہوا، نور کی دُنیا پھیلی
دِل کی پُرسوز فضاؤں میں تمنّا پھیلی
ظلمتیں مٹ گئیں تاریک وہ دنیا نہ رہی
بُت پرستی کی کسی دل کو تمنّا نہ رہی

جب ہوئی عالمِ امکاں کی نمائش منظور
پردۂ کُفر سے ظاہر ہوا اسلام کا نور
سب سے پہلے ہی ہوا نورِ محمدؐ کا ظہور
السّلام اے سببِ خلقتِ فی کُلّ امُور
آئے دنیا میں نبیِ رحمتِ معبود ہوئی
بارشِ نُور سے سرد آتشِ نمرود ہوئی

آذری مٹ گئے، باطل کی سیاہی کافور
کُفر کے دل میں پڑا فرطِ الم سے ناسُور
ہر روشِ گلشنِ ہستی کی بنی وادیٔ طوُر
ماہِ ایماں جو اُٹھا پڑھتا ہوا سورۂ نوُر
گر کے اصنام ہُو اللّٰہ احد کہنے لگے
سیلِ انوار میں باطل کے ثمر بہنے لگے

اِک ضیا جبکہ پئے دیدۂ بینا ٹھہری
منتخب ہو گئے دل، چشم مسیحا ٹھہری
چاندنی بن کے غبارِ رہِ بطحا ٹھہری
دل کی آوارہ فضاؤں میں تمنّا ٹھہری
ذرّے ذرّے میں ملی مہرِ مبیں کی تصویر
کُفر کے خواب سے اسلام کی نکلی تعبیر

کُفر کو بحرِ حقیقت میں سموتے دیکھا
سر آتشکدۂ ایران کا ہوتے دیکھا
اپنی ناکامی پہ ابلیس کو روتے دیکھا
نور کی سلک میں الماس پروتے دیکھا
سازِ توحید سے وابستہ ہوئے دل والے
خود بخود بزم میں شامل ہوئے محفل والے
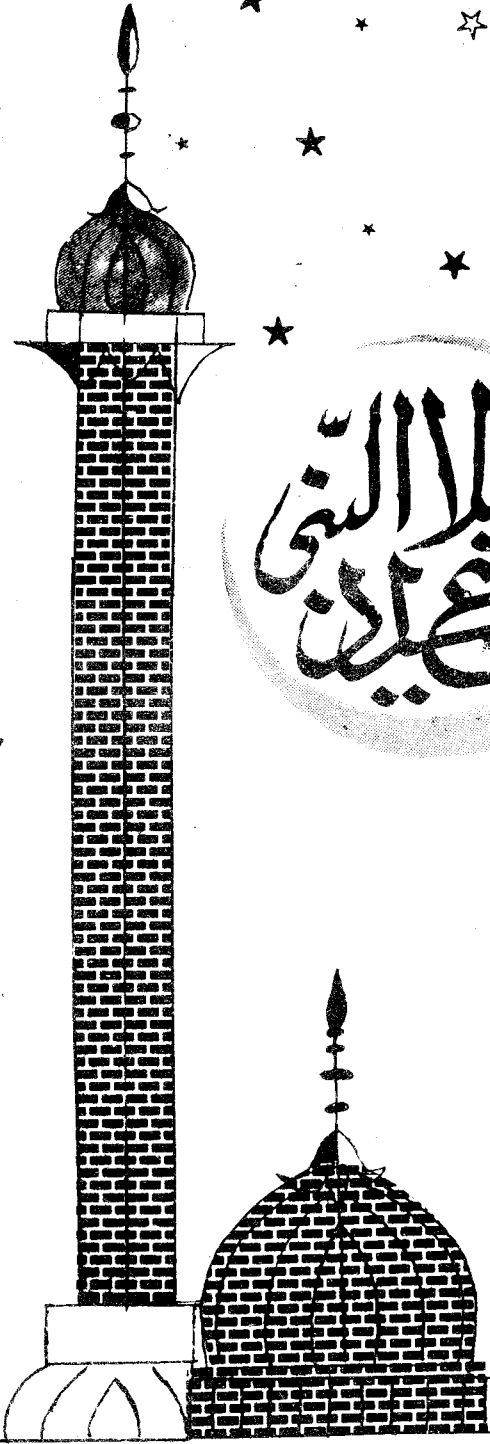
ہو چکی حُسنِ تخیّل کی مگر جب تکمیل　　پیش کی وُسعتِ کونین نے صداقت کی دلیل
چاند شق ہو کے بنا عہدِ رسالت کا وکیل　　شکر کے لئے پیدا ہوئی رحمت کی سبیل

سرنگوں کفر ہوا نور کے گہواروں میں
خُلد پنہاں نظر آنے لگا انگاروں میں

اکابر دیوبند کا ادبِ رسول

حضرت مولانا جمیل احمد صاحب میواتی خلیفہ مجاز حضرت اقدس رائے پوری رح

بعض اکابر متقدمین دیوبند کے متعلق کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کن کن القاب سے یاد فرماتے تھے عرض کرتا ہوں اور دیگر اکابر کا مخصوص طرز مجھے معلوم نہیں ہو سکا!

(۱) شیخ الاسلام حضرت عالی مولانا مدنی نوراللہ مرقدہ بڑے زور دار لہجہ میں یوں فرماتے تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اللہ سننے والوں کے دلوں میں عظمت و محبت کی لہر دوڑ جاتی ہے۔

(۲) قطب الارشاد شیخ التفسیر حضرت لاہوری نوراللہ مرقدہ ذرا تیزی کے ساتھ جلدی جلدی یوں فرماتے تھے سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم ہر مرتبہ یہی دستور تھا۔

(۳) مجاہد عظیم حضرت جی مولانا محمد یوسف نوراللہ مرقدہ پر وقار اور بڑے ہی یقین اور گرج کے ساتھ یوں فرماتے تھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اس آواز سے آنکھیں پرنم ہو جائیں۔ اور بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ یوں محسوس ہونے لگتا تھا۔ جناب رسول اللہ علیہ وسلم واقعی سامنے اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو یقین کامل نصیب فرماتے آمین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

اصل چیز تو ادب ہے

جس درجہ کی اتباع سنت حاصل ہو گئی اسی درجہ کی محبت حاصل ہو گئی پھر جس درجہ کی محبت حاصل ہو گئی اسی درجہ کا ادب بھی حاصل ہو گا۔ سیدنا امام غزالی نوراللہ مرقدہ سے کسی نے دریافت کیا کہ یا حضرت محبت رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ تو سب ہی کرتے ہیں یہ کہ اس بارے میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے کیسے پتہ ہے آپ نے ارشاد فرمایا محبت کی اصل نشانی اتباع سنت ہے جو متبع سنت ہے وہ ہی اصل میں محب ہے عاشق ہے مودب ہے فدائی ہے جو اتباع سے خالی ہے اس کا دعوے محبت "غلط" خالی نعرے مارنے سے لوگوں کو تو بے وقوف بنایا جا سکتا ہے وقتی طور پر واہ واہ حاصل ہو جائے گی لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ علیم وخبیر کو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا کل آخرت میں سب پول کھل جائے گا

حضرات اکابر متقدمین دیوبند کی مثال جس طرح اس دور میں ملنی مشکل ہے باعتبار شان علمی کے اس طرح ان کے تقویٰ طہارت زہد عبادت، اتباع سنت کامل میں ان کا ہم پلہ سارے عالم میں ملنا مشکل ہے۔ اللہ جل شانہ نے ان کو کیسے کیسے نوازا اس کی چند مثال ذیل میں لکھی جاتی ہیں۔

بزرگان دین کے عجیب وغریب واقعات

کوئی شخص حضرت قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی نوراللہ مرقدہ کی شہرت سن کر آپ کی خدمت میں آیا تاکہ آپ کی کرامات کا مشاہدہ کر سکے۔ عوام الناس چونکہ حسی کرامات ہی کو کرامات سمجھتے ہیں حالانکہ یہ کرامات چھوٹے درجہ کی ہوتی ہیں محققین ہمیشہ یہ ہی تمنا کرتے رہے کہ ہم سے کسی کرامت کا ظہور ہی نہ ہو۔ بے شک کرامات اولیاء اللہ حق ہیں اور تمام تر کرامات استقامت کے مقابلہ میں ہیچ ہیں پھر اگر استقامت کے ساتھ ساتھ صاحب کرامات بھی ہیں تو نورا علیٰ نور۔ وہ شخص چالیس روز آپ کی خدمت شریفہ میں رہا کوئی کرامت حسی کا مشاہدہ نہ کر سکا۔ چلتے وقت عرض کرنے لگا۔ حضرت میں نے تو آپ کی بزرگی کی بہت شہرت سنی تھی۔ مگر ان چالیس روز میں میں نے آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ ارے بھائی ان ۴۰ دنوں میں کوئی خلاف سنت کام بھی مجھ سے ہوتا دیکھا ہے عرض کیا نہیں فرمایا بس تو پھر اس سے بڑی کرامت اور کیا ہو سکتی ہے سبحان اللہ۔

(۲) حضرت قطب ارشاد مولانا گنگوہی نوراللہ مرقدہ روضہ اطہر پر پڑی ہوئی گرد کو بڑے اہتمام سے منگواتے اور سرمہ میں ملا کر آنکھوں میں لگاتے یہ ہے ادب،

(۳) معتبر ذریعہ سے یہ بات میں نے خود سنی ہے شیخ الاسلام حضرت سیدنا مولانا مدنی نوراللہ مرقدہ جب مدینہ طیبہ سے ہندوستان اپنے پیرو مرشد حضرت قطب گنگوہی نوراللہ مرقدہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو حسب فرمائش خاک مبارک کو روضہ اطہر سے بجائے کسی کپڑے یا جھاڑو سے اکٹھا فرمانے مبارک جالیوں کے بالکل قریب ہو کر اپنی ریش مبارک سے یہ گرد اکٹھی فرماتے اللہ پاک نے اس کے صلہ میں بہت کچھ عطا فرمایا اس میں سے ایک بات بھی بہت مشہور ہے کہ جب آپ روضہ اطہر پر سلام پیش فرماتے السلام علیکم اے جدی اے میرے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر سلامتی ہو چونکہ آپ سید ہیں اور وہ بھی نجیب الطرفین لہٰذا لفظ نانا جان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہونا ظاہر ہے تو جواب ملتا وعلیکم السلام یا ولدی اے میرے بیٹے تجھ پر بھی سلامتی ہو اس آواز مبارک کو وہاں اس وقت موجود لوگوں نے بھی سنا اور اہل مدینہ میں اس کا بڑے اہتمام سے چرچا ہوا اس قسم کا واقعہ سیدنا حضرت امام رفاعی نوراللہ مرقدہ کا بھی گزرا ہے جو پچھلے بزرگوں میں سے ہیں۔ آپ روضہ پاک پر حاضر ہوئے اور صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے بعد عرض کیا اے میرے نانا صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنا دست مبارک بڑھائیں تاکہ میں اسے بوسہ دے کر برکت حاصل کر سکوں۔ چنانچہ دست مبارک چمکتا ہوا نکلا آپ نے آگے بڑھ کر بوسہ دیا اس منظر کے دیکھنے والوں میں جہاں ایک مجمع کثیر وہاں تھا۔ سیدنا غوث الاعظم پیران پیر سیدنا شاہ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے جو اس وقت جوان عمر تھے۔ اس واقعہ کو حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی نوراللہ مرقدہ نے اپنی ایک کتاب میں ذکر فرمایا ہے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مذبذب ہونے والوں کے لئے غور و فکر کا مقام ہے

(۵) ایک حاجی صاحب کے ذریعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی نوراللہ مرقدہ کو سلام بھیجا۔ حضرت نے اس دن معمول کے خلاف زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھا اور فرط خوشی میں رو پڑے۔

(۶) قطب الارشاد شیخ التفسیر حضرت لاہوری نوراللہ مرقدہ نے اس احقر کو عزیزم حافظ محمد اقبال صاحب صدیقی جھنجھانوی حال مقیم کرشن نگر لاہور کی موجودگی میں ایک خط کی زیارت کرائی تو ضلع مظفر نگر یوپی سے کسی فارغ التحصیل عالم نے ارسال کیا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ نے ارشاد فرمایا میں تو ان صاحب کو نہیں جانتا البتہ میرا بیٹا مولوی انور (موجودہ جانشین حضرت شیخ

باقی صہ ۲۶ پر

محسنِ انسانیت

قاری عبدالمجید جاکری ۔ خطیب ایل او ایس لاہور

اسے حقیقت سے انکار ناممکن ہے کہ رحمتِ کائنات حکیم انسانیت پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے یہ عالمِ رنگ و بو اضطراب اور بے چینی کا گڑھا تھا۔ نظام قدرت کے کارندے اپنے فرائض کو انجام دہی میں مصروفِ عمل تھے۔ سورج اپنی ضیاپاش کرنوں سے دنیا کو منوّر کر رہا تھا۔ چاند کی چاندنی اجسام بشریٰ کو سکون اور راحت مہیا کر رہی تھی۔ ستاروں کی چمک اور دمک درختوں کی سرسبزی اور لہک پھولوں کی مہک اور کھیتوں کی شادابی دریاؤں کی روانی اور ہوا کی سرسراہٹ پرندوں کی چہک بادلوں کی گرج اور چمک اور خادمان فطرت ہر ایک اپنی اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا۔ لیکن انسانیت کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ جہالت اور گمراہی کا دور دورہ تھا۔ ظلم و تشدد کی حکمرانی تھی۔ جور و ستم شباب پر تھے۔ لوٹ مار کا بازار گرم تھا۔ حیاسوز حرکتوں سے آدمیت منہ چھپائے پھر رہی تھی۔ اللہ کے حقوق اینٹوں اور پتھروں کے بتوں کو اور جنوں اور حیوانوں کے علاوہ دیگر اشیاء کو مل چکے تھے۔ جہاں اللہ کی الوہیت کا نام باقی تھا۔ وہاں حقیقتاً اللہ کی ربوبیت سے عمداً انکار تھا۔ شرک اور جہالت کے گھٹا ٹوپ بادلوں نے فہم و دانش کو مسخ کر کے ہر چیز کو بزرگ اور برتر اور ہر ادنیٰ کو اعلیٰ قرار دے رکھا تھا۔ حرم کعبہ میں تالیاں اور سیٹیاں بجانا عبادت سمجھی جاتی تھی۔ اور زمین میں خدا کا نائب کہلانے والا توہمات اور رسومات کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ امانت خداوندی کا امین فساد فی الارض کا قائد اور سالار تھا۔ قتل و خونریزی عصمتِ دری اور بردہ فروشی، چوری اور لوٹ مار اغوا اور ڈاکہ زنی اس قدر عام تھی کہ اس کی برائی ذہنوں سے مٹ کر فن اور پیشہ کا درجہ اختیار کر چکی تھی۔ شراب خوری اور بدکاری جھوٹ اور دھوکہ وعدہ خلافی اور فریب کاری خیانت اور غصب جیسی روحانی بیماریوں نے پورے معاشرے کو کھوکھلا کر کے اضطراب اور بے چینی پھیلا رکھی تھی۔ ماں باپ عزیز رشتہ دار ہمسایہ دوست یتیم مسکین نادار اور بیوہ عورتیں سب کس مپرسی کے عالم میں پڑے تھے۔ اور کسی کو ان کے حقوق اور ان سے حسن سلوک کا احساس تک نہ تھا معصوم اور بے گناہ بچیاں زندہ قبروں میں گاڑ دی جاتی تھیں۔ عورتوں کو کوئی حق حاصل نہ تھا۔ اور وہ عام استعمال کی اشیاء کی طرح وراثت میں یا چند ٹکوں کے عوض عام منڈیوں میں تجارت کا مال سمجھی جاتی تھیں مجموعی طور پر انسانیت کراہ رہی تھی۔ اور اس کو اپنی ڈوبتی ہوئی کشتی کے لیے ایک رحیم اور شفیق ملاح کی ضرورت تھی۔

احسانِ عظیم

رحمتِ خداوندی کو جوش آیا۔ اور فاران کی چوٹیوں سے ایک آفتابِ عالم تاب چمکا۔ جس نے اعلان کیا کہ

انسانو!

میں اللہ کی طرف سے تمہارے لیے رحمت کا ایک ہدیہ اور تحفہ بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ مجھے اللہ نے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ میں پوری نسل انسانی کے لیے نذیر اور بشیر بنا کر بھیجا گیا ہوں میں علم کی ترویج اور اشاعت اخلاقی اقدار کی تکمیل اور تتمیم اور دنیا میں امن اور سلامتی کی بحالی کے لیے آیا ہوں۔ جس رب کریم نے مجھے بھیجا ہے۔ اس کا نام "سلام" ہے۔ جو سلامتی اور سکون کا مبدا اور منبع ہے۔ جو دین لے کر آیا ہوں۔ اس کا نام "اسلام" ہے۔ جس کا معنیٰ ہی یہی ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو امن اور سلامتی کے دامن میں جگہ دیتا ہے زندگی کے لیے جو دستور العمل "قرآن حکیم" لے کر آیا ہوں۔ اس کا کام ہی امن و سلامتی کی راہیں روشن کرنا ہے۔ میری آمد اللہ جل مجدہٗ نے ان الفاظ میں احسانِ عظیم قرار دیا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ ۝

ترجمہ:- اللہ نے امن اور ایمان کے متلاشی انسانوں پر احسانِ عظیم کیا کہ ان میں سے ایک جلیل القدر انسان کو نبوت اور رسالت کی نعمت دے کر ہدایت انسانی کے لیے بھیجا۔ جو انہیں اللہ کی آیات سناتے ہیں۔ انہیں پاک کرتے ہیں۔ کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور ان کی آمد سے پہلے وہ صریح گمراہی اور واضح ضلالت میں مبتلا تھے۔

محسنِ انسانیت

رحمت کائنات تشریف لائے بلبلاتی اور کراہتی ہوئی انسانیت کے ڈھانچے کو جہالت اور آرام کے گڑھے سے نکال کر شفقت بھرے ہاتھوں سے اس کے ناسوروں پر اسلام کا تریاق رکھا۔ اپنے حسن اخلاق سے وہ انقلاب برپا کیا۔ جس کی مثال تاریخ عالم میں ناممکن ہے۔ رہزن رہنما بن گئے۔ ڈاکو محافظ اور بردہ فروش یتیم پرور ہو گئے۔ بوریا نشین قیصر و کسریٰ کی عظیم اور قدیم سلطنتوں کے پرخچے اڑا رہے تھے۔ اور سلطنتِ روم و فارس کے خزانے عرب کے کھدر پوش مسلمان تقسیم کر رہے ہیں ؎

جو نہ تھے خود راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

حبشہ کے شاہ نجاشی کے دربار میں

حضرت جعفرؓ کی یہ تقریر نبیؐ اکرم کی تشریف آوری سے قبل کی حالت زار اور الم کدۂ عالم میں قدوم میمنت لزوم کے بعد انسانیت نوازی پر مزید روشنی ڈالتی ہے۔

فرماتے ہیں ہم لوگ جہالت میں پڑے ہوئے تھے۔ نہ اللہ کو جانتے تھے نہ رسولوں سے واقف تھے۔ پتھروں کو پوجتے تھے مردار کھاتے تھے۔ برے کام کرتے تھے رشتہ ناتوں کو توڑتے تھے۔ ہم میں طاقتور کمزور کو ہلاک کر دیتا تھا۔ ہم اسی حال میں تھے کہ اللہ نے اپنا ایک رسول بھیجا جس کے نسب کو اس کی سچائی امانتداری

بقیہ :- محسن انسانیت

اور پرہیزگاری کو ہم خوب جانتے ہیں ۔ اس نے ہم کو ایک اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی طرف بلایا ۔ اور پتھروں کے بتوں کی عبادت سے منع کیا ۔ اس نے ہم کو اچھے کام کرنے کا حکم دیا ۔ برے کاموں سے منع کیا ۔ سچ بولنے اور امانتداری اور صلہ رحمی کا حکم دیا ۔ پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کی ۔ نماز روزہ صدقہ اور خیرات کا حکم دیا ۔ اور اچھے اخلاق کی تعلیم دی ۔ زنا بدکاری جھوٹ بولنا ۔ یتیم کا مال کھانا کسی پر تہمت لگانا ۔ اور اس قسم کے برے اعمال سے منع فرمایا ۔ اور قرآن حکیم کی تعلیم دی ۔

دور حاضر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ملت اسلامیہ کے افراد کو جو عظمت نصیب ہوئی تھی آج وہ اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے ۔ کہ ہم رحمت کائنات کے قائم کردہ اسوۂ حسنہ پر عمل کریں ۔ اور حقیقت ہے کہ ہم اخلاق و عادات میں بھی خصائل نبوی کی پیروی ہی کے ذریعہ اپنے آپ کو مسلمان کہلا سکتے ہیں ۔

"حسن معاملہ ، عدل انصاف ، جودو سخا ۔ ایثار ۔ مہمان نوازی ، سادگی اور بے تکلفی ، مساوات ، شرم و حیا ، عزم و استقلال ، راست گفتاری ، ایفائے عہد شجاعت ، عفو و حلم ، شفقت رحم و محبت حضور کی پاکیزہ سیرت کے وہ درخشاں اوصاف ہیں ۔ جن سے مزین ہوئے بغیر کوئی زندگی اسلامی زندگی نہیں کہلا سکتی ۔"

دینوی اور اخروی سعادت اور نجات کے لیے ضروری ہے کہ محسن انسانیت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت پاک کو مشعل راہ بنا کر زندگی کو اعمال صالحہ سے مزین کیا جائے ۔

اس لیے کہ :-

بمصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

بقیہ : اسلام کیا ہے ؟

عاجزی سے کمزور اور کیا قابو میں آ سکتا ہے ۔ کھانے پینے دیکھنے غیر کی بات سے رکنے میں کس قدر اعتدال پیدا ہوگا ۔ کتنا قابو حاصل ہوگا دل کی گہرائیوں سے خدا سے ہمکلامی نیازمندی اور تصوری اتصال سے انوار الٰہی کا عکس ہو کر روح کتنی نورانی غذا و طاقت حاصل کرے گی ۔ یہ سب فطری باتیں غور کرنے کی ہیں ۔

پاکی و پاکیزگی

صبح سے شام تک پانچ نمازیں اس طرح فرض ہیں کہ خدا تعالیٰ کے حضور میں حاضری سرگوشی ، مناجات ، دل کی دنیا میں انوار الٰہی کی عمارت قائم کرنا ہے اس کے لئے پاک جسم پاک جگہ پاک لباس کی بھی ضرورت ہے جب پانچ بار ان چیزوں کی ضرورت ہوگی تو ہر انسان نہایت پاک صاف پاک بدن پاک لباس اور پاک جگہ کی فکر میں مسلسل رہے گا اس سے زیادہ پاک صاف اور پاکیزہ کون ہو سکتا ہے ۔

ڈسپلن

آج کل کے لفظوں میں نظم اوقات کی پابندی کو خوب سراہا جاتا ہے اور ہے بھی قابل قدر بات ۔ انسان میں مٹی و پانی کے اثرات میں سے پڑا رہنا پھیل پڑنا ایک عیب پیدا ہو رہا ہے اس کو دور کرنے کے لئے اس کے کام کو وقت کا پابند کرنا ضروری ہے جس قدر پابندی ہوگی اسی قدر وہ تمام کاموں میں چاق و چوبند ہوگا ۔ اب خیال کیجئے کہ پانچ وقت اس شدت کی پابندی کے بعد انسان دین و دنیا کے تمام کاموں میں کس قدر چست چالاک بن سکتا ہے اور اس کے بغیر کس قدر سست درست ۔

روزہ

تمام بڑی بدیاں گناہ اور لغزشیں تین قسموں ہی کی ہو سکتی ہیں یا وہ ہیں جن کا تعلق پینے کی قوت سے ہے کہ اس خواہش کی شدت میں بھلے بُرے کی تمیز نہ رہے انسان اپنے مایۂ ناز اور سب سے افضل ہونے کے جوہر یعنی عقل کے دشمن سے بھی پرہیز نہ کر سکے یا کھانے کی قوت سے تعلق رکھتی ہیں کہ زبان کے ذائقہ اور پیٹ کے بھرنے میں اچھے بُرے کا امتیاز کھو بیٹھے یا پھر جنسی خواہش ہے کہ اس پر قابو نہ پا سکے اور بے محل استعمال کی روسیاہی اختیار کر لے ۔

تمام عالم کے فساد کی جڑ یہی تین خواہشیں ہیں ۔ ہر قانون ان پر پابندی لگانے پر مجبور ہے مگر فرق وہی خدائی اور غیر خدائی قانون کا رہتا ہے لیکن اسلام ان جڑوں کی بنیاد کمزور کرنے کے لئے روح کو روکنے کی ورزش کراتا ہے ۔ جس سے یہ تینوں خواہشیں سرکشی سے نکل کر قابو کی باگ میں آ سکتی ہیں کہ پھر اگر بے موقع استعمال سے انسان ان کو روکنا چاہے تو وہ ان پر قابو پا سکے گا اور یہی اصل مقصود ہے کہ بدلیوں کے وقت خود کو قابو میں رکھ کر ان پر غلبہ پا سکے اور وہ اعلیٰ عبادت کر سکے جو فرشتوں سے نہ ہو سکی تھی

یوں تو ان تینوں خواہشوں کی روک روزانہ پانچ وقت تھوڑی تھوڑی دیر کی ورزش سے روز ہوتی رہتی ہے مگر ان کی اہمیت کا تقاضا تھا کہ ایک طویل عرصہ تک ان کی بندش کرا کر ورزش کرائی جائے تو سال بھر میں ایک مہینہ کے روزے فرض ہیں جن میں پورے دن یعنی صبح صادق سے غروب تک ان تینوں خواہشوں کی مکمل بندش کرا کے روح کو قوت اور خواہشوں کو اضمحلال دلایا گیا ہے اور خدا کے لئے ہونے کی نیت ضروری ہوئی کہ نورانیت بھی حاصل ہو ۔ اس سے اُن قوانین پر عمل کی آسانی میسر آگئی جو ان کے بیجا استعمال کے لئے خدائی قانون کی دفعات میں وارد ہوں گی ۔ اگر ڈاکٹروں کا یہ کہنا کہ سال میں ایک بار کسٹرائل پینا صحت کو مفید ہے قابل قدر ہے تو یہ روح کے لئے اس سے کہیں زیادہ ضروری ہے ۔ جان اور عزت کی اور ہر خواہش کو اعتدال پر نماز اور روزہ لاتے ہیں ۔

(باقی آئندہ)

اسلام کیا ہے

(قسط ۲)

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب مدظلہ العالی

عبادت

عبادت انتہائی عظمت و فرمانبرداری کا نام ہے جس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسی ہی ذات کے لئے ہو جس سے زائد کسی کی عظمت ممکن ہی نہ ہو۔ پھر ایمان اور انکار تو اطاعت و بغاوت کے مثل ہے۔ امور مذکورۂ بالا پر ایمان نہ رکھنے والا باغی ہے اور باغی کیسی ہی تعظیم و فرمانبرداری کی باتیں ظاہر کرے بالکل ناقابل قبول ہوں گی وہ صرف دھوکہ بازی یا غلط روش ظاہر کرنا ہے۔ اس لئے بغیر اطاعت کے کوئی تعظیم و فرمانبرداری قبول نہیں ہو سکتی۔ وہاں اطاعت کے دلی قول و قرار کے بعد یہ باتیں قابل قبول ہو سکتی ہیں۔ اگر قاعدہ کے موافق ہوں۔ پھر ان کے لئے بھی دو صورتیں کہ خدا کے بتلائے ہوئے طور طریق سے ہوں یا خود تجویز کردہ طریقہ سے۔ دونوں میں وہی فرق ہوگا جو خدا اور غیر خدا میں ہے۔ اسلام میں وحی الٰہی اور تشریحات ہوئیں مذہب کی دونوں بنیادی پختہ ثبوت سے موجود ہیں اس میں جو طریقے بتائے گئے ہیں وہ خدائی طریقے اور ان کی رضامندی کی یقینی دلیلیں ہیں۔ ان کے علاوہ خود تراشیدہ طور طریق ایک مقابلہ کی شکل بن کر مردود اور قابل سزا ہوگا۔ درجہ سے گرا ہوا ہوگا اور بے اعتبار بلکہ بعض دفعہ ایسا بھی ہوگا کہ یہ رضا کی بات سمجھے گا اور وہ ناراضی کی ہو گی۔

انسان کو اپنی جان اور عزت اور مال بہت محبوب ہیں انہی کی محبت بغاوت سرکشی کفر و شرک اور گناہوں پر آمادہ کرتی ہے اور اس کے جسم کے عناصر اربعہ کے خاصوں سے بھی اس میں غصہ پھر ظلم، پھر زیادتی، بغض، کینہ، حسد، بخل، غصب (دوسروں کی چیزیں لینا) اور فتنہ و فسادات کا ہر سبب نمودار ہوتا ہے۔ لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ ان سب باتوں کا بعض بعض موقعوں پر مثلاً دشمنوں، چوروں، ڈاکوؤں اور مجرموں وغیرہ کے مقابلہ پر ہونا بھی ضروری ہے اس لئے ان قوں کو نیست و نابود کرنا بھی نہیں مگر بالکل اد چھوڑنا بھی نہیں کہ دوسروں کی زندگی تلخ کردیں ان کو قابو میں لانے کی ضرورت ہے۔ پھر اور عمدہ عمدہ عادتوں اور باتوں کی اور خدا سے غفلت کے بجائے اس کی یاد کو ہر وقت اس طرح کہ اور کاموں میں خلل انداز نہ ہو سکے قائم کرنا شرافت کو اجاگر کرنے کے لئے ضروری ہے اور کمال یہ ہوگا کہ جتنا ہو سکے خدائی صفتوں کا رنگ اختیار کرے۔

جس طرح جسمانی ورزش جو ۲۴ گھنٹہ میں تھوڑی دیر ہوتی ہے جسم کو طاقتور بنا دیتی ہے اسی طرح ان روحانی باتوں کے لئے روحانی ورزش تھوڑی دیر کی بھی روح کو طاقتور بنا سکتی ہے اور جس طرح جسمی ورزشی دائمی ہو بہت زیادہ اوقات والی ہو تو بے مثال پہلوان بنا دیتی ہے یہ ایسی روحی ورزش بھی روح کو بے مثل پہلوان بنا سکتی ہے۔ جس طرح جسم کی ورزش جسمانی حرکات اور طور طریق سے ہو سکتی ہے مگر اس طریق سے جو ورزشی ماہر لوگ تجویز کریں اسی طرح روح کی ورزش کچھ روحی حرکات اور طور طریق سے ہونی ضروری ہے مگر اس طرح کہ روحی ورزش والے بلکہ خود خالق روح ہی وہ بتا دے جیسے جسم عنصری کی غذا اور طاقت کی چیزیں وہی لطیف و قوی غذائیں ہوں گی جو عنصریات سے پیدا ہو رہی ہوں۔ اسی طرح روح نورانی کی غذا و طاقت ان چیزوں سے ہوگی جو اس عنصری عالم سے نہیں نورانی عالم سے وابستگی کرنے سے حاصل ہوں گی اور چونکہ خدائے قدوس تمام انوار کے مرکز ہیں اس لئے ان سے وابستگی ہی روح کی غذا ہو سکتی ہے۔ اسلام میں اس روحی ورزش و غذا کے طریقے یہ ہیں۔

نماز

اللہ کا نام لے کر سر سے پیر تک تمام جسم کے اجزا کو خدا کے سامنے حاضر ہونے کے تصور کے ساتھ نہایت عاجزی و سکون سے کہ نہ نظر ادھر اُدھر، اوپر نیچے ہو نہ زبان سوائے خدا کے کسی سے کلام میں لگ سکے نہ کھانے پینے چلنے پھرنے کی طرف مائل ہو سکے۔ غرض تمام اعضا عاجزی میں لگے ہوں۔ زبان ان کی ثنا و کلام پڑھ پڑھ کر بتائی ہوئی درخواستیں پیش کرے۔ بے قراری دعا عاجزی کا مظاہرہ جھک کر اٹھ کر گر پڑ کر بیٹھ کر کرے اور ہر وقت زبان ان کے ذکر اور دل ان کے تصور سے لبریز رہے۔ تمام تر ذکر دل کی گہرائیوں سے اور تصور الٰہی سے باتیں کرنے کے طریقہ پر ہو۔ ایک کافی مقررہ دیر تک مجوزہ ترتیب سے یہ انجام دے کر اپنی دنیا و دین کی ضرورتوں کی دل سے دعا کیا کریں۔ کوشش اس کی ہو کہ شروع سے آخر تک دل و دماغ عقل و ہوش سب ان کی یاد میں اور تمام اعضا ان کے سامنے بچھ بچھ کر عاجزی میں مصروف رہیں، غیر کی طرف اتنی دیر تک التفات ہی نہ رہے۔ اگر کوشش کے باوجود کچھ کمی بھی رہ جائے گی تو وہ معاف ہوتی ہے۔

اوقات نماز

یہ روحی ورزش جو خواہشات کو دبانے اور خالق تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنے اور انوار الٰہی سے روح کو منور کی ورزش ہے۔ اسلام میں پانچ وقت ہے رات ختم ہونے پر صبح صادق کے بعد کہ سوتے وقت کی تمام غفلتوں کو اس سے دور کر دیا جائے اور سب کاموں سے پہلے دل و دماغ میں اپنے رب کا تصور جما لیا جائے تاکہ دن کی دوسری مشغولیتیں بالکل غافل نہ بنا دیں۔ پھر جب کاروبار اور مشغولیتوں کی ہماہمی ہو چکی ہو، دن کا ڈھلنا شروع ہو رہا ہو پھر نماز ظہر سے ان تمام غفلتوں کو جو دوسرے کاموں اور باتوں سے ہو گئی ہوں دور کرایا گیا ہے۔ اس کے بعد جب کاروبار دوپہر میں ذرا ہلکا پڑ کر پھر زور پکڑ رہا ہو اور اس میں انہماک سخت بن رہا ہو۔ سایہ کافی ڑنے لگا ہو تو عین اس کشاکش میں عصر کی نماز بہت تاکید کے ساتھ ہے کہ انسان بالکل ہی دنیا میں کھپ نہ جائے۔ پھر خدا کے دربار کی حاضری اور ان غفلتوں کو پاک کر دیتا ہے اس کے بعد جب ختم ہو رہا ہو سورج غروب ہونے لگے لوگ گھروں کو لوٹنے کے انتظامات کے لئے تمام کام کو نمٹانے لگیں تو پھر اس ہنگامی غفلت کی دوری کے لئے مغرب کی نماز ہے۔ پھر جب رات آ گئی کاروبار بند کر دیا گیا گھروں پر واپسی ہو چکی اب دن بھر کے کئے دھرے پر غور و فکر بھی ہونے لگی۔ حساب آمد و خرچ کی بھی فکر دامن گیر ہو گئی تو پھر انسان پر دنیا کا خیال غالب ہو گیا تھا۔ اس کی تلافی کے لئے عشا کی نماز ہے اس قدر ورزش کے بعد خیال کیجئے کہ روح انسان کا کیا مرتبہ بن سکتا ہے۔ جان و عزت کی محبت اور کبر و غرور جس کا نتیجہ ظلم، غصہ، حسد، بغض ہوتا ہے۔ اوّل سے آخر تک کی عاجزی ہی

(باقی ۲۴)

بقیہ :- مجلس ذکر

ہیں۔ خرد کا نام جنوں ہے اور جنوں کا نام خرد۔ حیرانی ہے کہ قوم کتنی جہالت کی طرف بڑھ رہی ہے۔ زکواۃ، خیرات حج اور غرباء کی امداد کے وقت ان کی جیبیں خالی ہیں اور ان عبادات کا کوئی خیال اور فکر نہیں۔ لیکن جلسے، جلوسوں، الیکشنوں اور ان خرافات (چراغاں، آتشبازی وغیرہ) میں اپنی ناموری اور شہرت کے لئے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور لاکھوں روپیہ ضائع کرتے ہیں اس سے بڑھ کر افسوس اس بات کا ہے کہ اکثر مولوی صاحبان ان کی سرپرستی کرتے ہیں۔ وہ قطعاً ان کو فضول خرچی اور غیر شرعی رسومات سے نہیں روکتے۔ حضور اکرم نے سچ فرمایا ہے کہ میری امت میں بہترین بھی علماء ہوں گے اور بدترین بھی علماء ہی ہوں گے۔

حضرات! آپ کو جتنا علم ہے۔ وہ دوسروں تک ضرور پھیلائیں۔ لوگوں کو حق سنائیں اور ہر قسم کی تکالیف برداشت کریں۔ اگر آپ گونگے شیطان بنے رہے اور لوگوں کو حق نہ سنایا تو پہلی قوموں کی طرح آپ بھی عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جائیں گے۔

کسی چیز کو اپنانے سے پہلے آپ اس کی تحقیق کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ سے اس کا ثبوت ہے یا نہیں آپ ذرا غور کریں کہ کیا صحابہ کرامؓ تھال اٹھائے بازاروں میں پیسے مانگا کرتے تھے مسجدوں میں چراغاں، جلسے جلوس اور آجکل کی خرافات کیا کرتے تھے؟ یاد رکھیں ان چیزوں کا اسلام کی تعلیمات سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے کا اصل مطلب اور مقصد یہ ہے کہ ہم سارا سال چوبیس گھنٹے، دن رات ان کے نقش قدم پر چلیں۔ ہمارا لین دین، اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سب رسوم و رواج انہی کے نقش قدم پر ہو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح اسلام کو سمجھنے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور گمراہوں کو ہدایت عطا فرمائے (آمین)

بقیہ :- اکابر دیوبند کا ادب رسول

التفسیر نوراللہ مرقدہ) جانتا ہے اس کے ساتھ پڑھتا بھی رہا ہے ہاں تو انہوں نے اس خط میں اپنا ایک خواب جو تحریک ختم نبوت کے دوران دیکھا تھا کہ ایک میدان میں پنڈال سجایا گیا ہے تخت پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ مجھے قریب بلا کر ارشاد فرمایا۔ احمد علی کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ ختم نبوت کا کام ڈٹ کر کرے۔

یہ اسی قسم کا پیغام مع سلام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بہت بڑے عالم کی زبانی مجاہد کبیر ولی کامل خطیب اعظم حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری نوراللہ مرقدہٗ کو بھی ملا۔ جس میں لفظ "بڑے بیٹے عطاء اللہ سے کہنا" کو استعمال فرمایا گیا تھا چونکہ آپ سیّد زادہ ہیں اور ہر سیّد زادہ بشرطیکہ صحیح النسب ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہی ہے۔ پچھلے بزرگوں میں حضرت شاہ ابوالمعالی نور اللہ مرقدہٗ کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچا تھا۔

المنہاج الواضح یعنی راہ سنّت

(مؤلفہ حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر)

مؤلف موصوف کی وہ مایۂ ناز تصنیف جس کے پانچ ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گئے۔ اب چھٹا ایڈیشن کافی انتظار کے بعد زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے لہذا شائقین حضرات نادر موقع سے جلد از جلد فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں تاکہ کہیں تھوڑی سستی کی وجہ سے ساتویں ایڈیشن کا صدمہ برداشت نہ کرنا پڑے۔ قیمت مع محصولڈاک مبلغ چار روپے پچاس پیسے بذریعہ منی آرڈر پیشگی ارسال کی جائے تاکہ کتاب بذریعہ رجسٹری روانہ کی جائے۔

عبدالعزیز ناظم ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

جہاد کانفرنس

جمود کو توڑنے اور احساس ملّی پیدا کرنے کے لئے منٹگمری میں عظیم الشان جہاد کانفرنس بتاریخ ۳۰ر-۳۱ر جولائی ہفتہ و اتوار کو نہایت تزک و احتشام سے منعقد ہو رہی ہے۔ جس میں اکابر جمعیۃ علماء اسلام و کارکنان مجلس تحفظ ختم نبوت و تنظیم اہلسنت اور علمائے حقان و مشائخ زمان کو دعوت دی گئی ہے۔

الداعی :- فاضل حبیب اللہ جامعہ رشیدیہ منٹگمری

بچوں کا صفحہ

عرب کا چاند

محمد سلیم ضیاء

بچو! سمندر پار ایک ملک ہے۔ جس کا نام عرب ہے۔ ملک عرب میں مکہ ایک مشہور شہر ہے۔ اب سے دو ہزار سال پہلے وہاں کی حالت بہت خراب تھی۔ لوگ جُوا کھیلتے، بدکاریاں کرتے اور ہمیشہ آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ اپنی زندہ لڑکیوں کو زمین میں گاڑ دیا کرتے تھے۔

ان جاہلوں کے بہت سے خاندان تھے۔ ان میں ایک خاندان سب سے زیادہ عزت دار سردار تھا۔ اس کا نام قریش تھا۔ اسی خاندان قریش کے ایک بزرگ عبدالمطلب کے کئی بیٹے تھے۔ ایک بیٹے کا نام عبداللہ تھا۔ ان کی شادی آمنہ سے ہوئی۔ آمنہ کو اللہ تعالےٰ نے ایک نورانی بیٹا عطا فرمایا۔ جن کا نام محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھا۔ عبداللہ کا انتقال ان کی پیدائش سے کچھ پہلے ہو چکا تھا۔

عرب میں عام دستور تھا کہ شہر کے لوگ اپنے بچّوں کو دیہات میں پرورش کرایا کرتے تھے۔ تاکہ کھلی ہوا میں رہ کر ان کی صحت اچھی ہو جائے۔ ایک دایہ جن کا نام حلیمہ سعدیہ تھا۔ آپؐ کی پرورش کا بیڑہ اٹھایا۔ بس پھر کیا تھا زمین و آسمان سے مبارکبادی کے پیغام آئے۔ فرشتوں نے اپنی آنکھیں ان کے پاؤں تلے بچھائیں اور کہا ؎

بڑی تُو نے توقیر پائی حلیمہ
بنی تُو محمّدؐ کی دائی حلیمہ

اس نورانی یتیم سے حلیمہ کو اتنی محبّت ہو گئی کہ اپنی اولاد سے زیادہ چاہنے لگیں۔ حلیمہ کا بڑا لڑکا روزانہ بکریاں چرانے جنگل جایا کرتا تھا۔ یہ نورانی معصوم ذرا سیانا ہوُا تو حلیمہ سے پوچھا۔ اماں! بھائی جان سارا دن کہاں رہتے ہیں؟ انھوں نے کہا۔ بیٹا! یہ بکریاں چرانے جنگل جایا کرتے ہیں۔ فرمایا کہ آج سے مَیں بھی جایا کروں گا۔ آپؐ نے اپنے اس عمل سے یہ بتا دیا کہ گھر کا کام مل جُل کر کرنا چاہئے۔

چار سال کی عمر میں مکّہ اپنے گھر واپس آئے۔ چھ سال کے ہوئے تو والدہ کا انتقال ہو گیا۔ والد محترم تو پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔ دادا تھے وہ بھی آٹھ سال کا چھوڑ کر چل بسے۔ پھر آپ کے چچا ابو طالب نے اپنی تربیت و نگرانی میں لے لیا۔

آپؐ چھوٹی سی عمر میں ہی اپنے ہم عمر لڑکوں سے ملتے تو انہیں اچھی نصیحتیں کرتے۔ صاف ستھرے رہتے، بزرگوں کا ادب کرتے۔ محلّہ کی بوڑھی اور اپاہج لوگوں کی خدمت کرتے۔ کبھی آوارہ نہ ہوتے نہ ہی کبھی گالی دیتے۔

شرم و حیا اس قدر تھی۔ کہ کوئی بے شرمی کی بات کسی دوسرے سے بھی سن لیتے تو مارے شرم کے پسینہ پسینہ ہو جاتے۔ ہمیشہ سچ بولتے۔ سارے مکّہ والے آپؐ کو سچا ہونے کی وجہ سے بڑا مانتے۔ امانت میں کبھی خیانت نہ کرتے۔ اسی وجہ سے آپؐ بچپن ہی میں "صادق" اور "امین" کے نام سے مشہور ہو گئے۔ گھر میں بیٹھے بیٹھے جب دل ذرا گھبرا جاتا تو شہر سے باہر نکل جاتے۔ اور مکّہ سے تین میل کے فاصلے پر جنگل میں ایک پہاڑ کے غار میں بیٹھ کر اللہ کو یاد کرتے رہتے۔ اس غار کا نام حرَا ہے۔

چالیس برس کی عمر میں اللہ نے آپؐ کو اپنا حبیب رسول بنا لیا۔ اور تمام نبیوں کا سردار بنا دیا۔ اللہ نے آپؐ کا درجہ اتنا بلند کیا کہ ہمیشہ کے لئے یہ قانون بنا دیا کہ مَیں اس کو اچھا سمجھوں گا جس کو میرا پیارا محمدؐ اچھا سمجھے۔ اور جس کو وہ بُرا جانیں خواہ وہ کوئی ہو، کتنا ہی خاندانی، شریف اور بڑا آدمی ہو میرے دربار میں اچھا نہیں بن سکتا۔

آپؐ نے عرب کی اصلاح کی۔ وہی بچےّ بدمعاش، شرابی اور ڈاکو، بڑے نیک بڑے شریف بڑے عابد و زاہد و متقی و پرہیزگار بنے۔ پہلے ان کی یہ حالت تھی کہ دنیا کے لوگ ان سے نفرت کرتے تھے۔ اب یہ حالت ہو گئی ہے کہ فرشتے ان کی زیارت و قدمبوسی کے لئے آنے لگے ان کو صحابہ کہتے ہیں۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عرب کی اصلاح شروع کی تو وہاں کے نفس پرست اور خود غرض کافروں نے آپؐ کی مخالفت کی اور اس طرح آپؐ کو اور آپؐ کے ماننے والوں کو تکلیفیں پہنچائیں پھر سارے عرب پر نہیں بلکہ آس پاس کے ملکوں پر بھی اللہ نے آپؐ کو غلبہ عطا فرمایا۔

الحمدللہ! کہ ہم نے بھی آپؐ کو مانا۔ یہ ہمارے رسولؐ ہیں اور ہم ان کی امّت ہیں۔ اگر ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو مانیں تو اللہ تعالےٰ ہمیں بھی اسی طرح عزّتیں بخشے۔ جس طرح عرب کے لوگوں کو عطا فرمائی تھیں۔

سارا عرب کافر تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک یتیم اکیلے تھے۔ سارے عرب کے خلاف آپؐ نے آواز اٹھائی۔ وہ طاقت ور، دولت مند۔ یہ اللہ کا بندہ اکیلا۔ لاوارث۔ غریب تھا۔ مگر آپ نے ان کی کثرت و طاقت و قوت کی پروا نہ کی اور اللہ کا پیغام پہنچاتے رہے اور مخالفوں کو نیچا دکھایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بول بالا کیا۔

عزیز بچّو! اگر ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں اور آپؐ کے فرمانبردار بن جائیں تو اللہ ہماری بھی مدد فرمائے اور اسلام کے دشمن پر غلبہ اور قوت بخشے۔ نہ ان کی کثرت ہمیں نقصان پہنچائے اور نہ ان کے مال و دولت اور قوت و شوکت ہمارا کچھ بگاڑ سکے اس وجہ سے کہ خدا کی رحمت و مدد ہمارے ساتھ ہوگی اور بھلا خدا کی قوت سے زیادہ کس کی قوت ہو سکتی ہے۔ اللہ سب سے زیادہ طاقت والا ہے۔ جس کو وہ عزت دینا چاہے کوئی اسے ذلیل نہیں کر سکتا۔ اور جس کو وہ ذلیل کر دے اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا۔

بچو! جب تم [illegible]کسی مجلس میں یا پڑھتے وقت اپنے حضورؐ* کا نام پاک لو یا سنو تو صلی اللہ علیہ وسلم ضرور کہا کرو۔ اس سے بڑی برکتیں اور نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ خدا ہمیں نیک کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

Weekly ''KHUDDAMMUDDIN''

LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمۂ تعلیم لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۷۳۰-۲۷۸۱۴۲ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
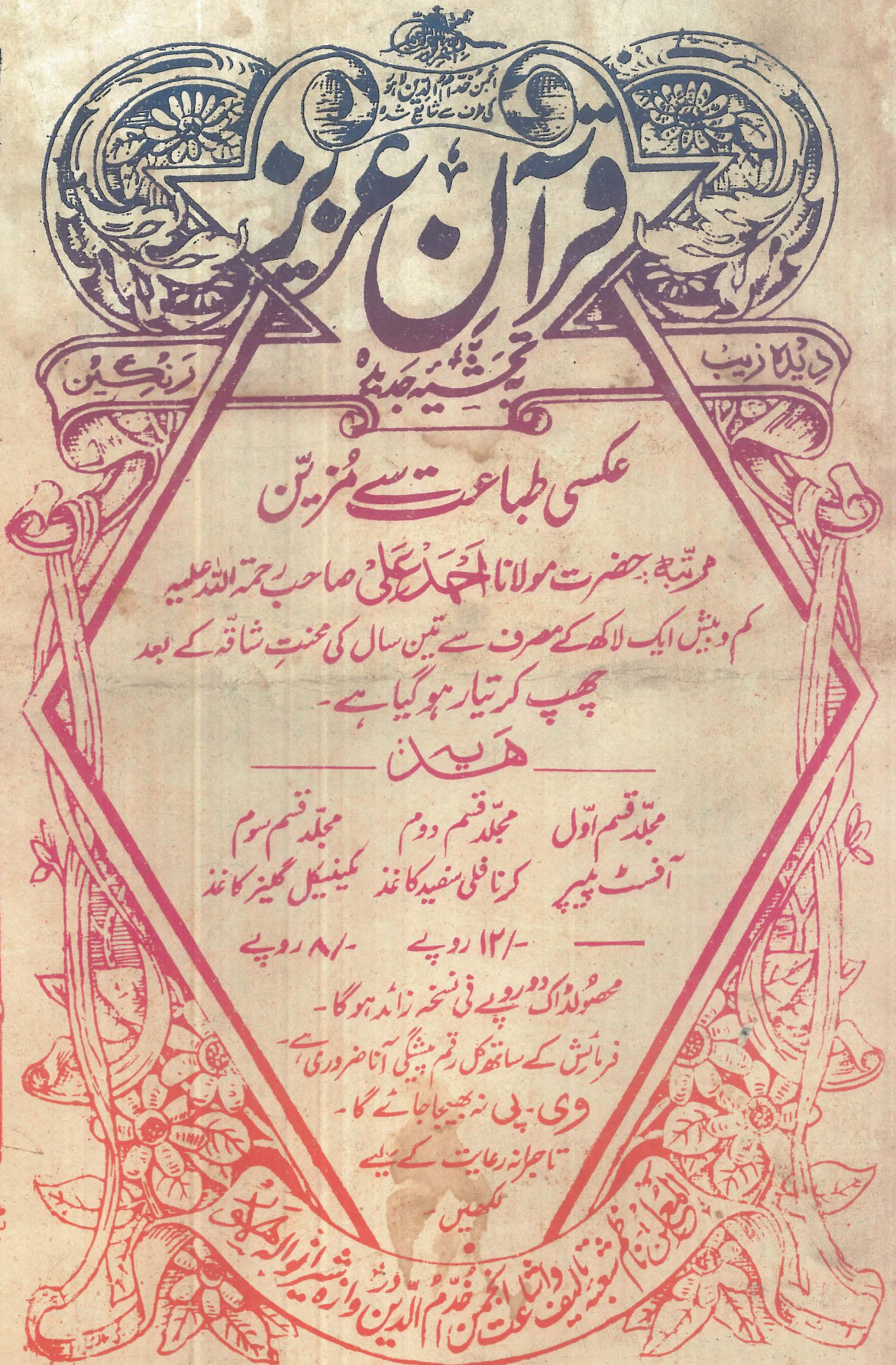
مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ [illegible]